بسم الله الرحمن الرحیم

علمی - تحقیقی ششماہی مجلّہ

انجمن علمی قرآن اور حدیث (اردو)

ذکروفکر

سال سوم شمارہ:۵مارچ ۲۰۲۴

المصطفیٰ ورچوئل یونیورسٹی

پیشکش:شعبہ قرآن اور حدیث _ شعبہ تحقیق

سرپرست: ڈاکٹر سعید ارجمندفر

چیف ایڈیٹر: ڈاکٹر جابر محمدی

اڈیٹر: ڈاکٹر سید محمد علی عون نقوی

اجرائی مدیر: عون علی جاڑوی

خط وکتابت: قم، خیابان ساحلی جنوبی، نزد مصلی قدس، پل ۱۹ادی

پوسٹ کوڈ: ۳۷۱۳۹۱۳۵۵۴

ملیفون/فکس: ۳۲۱۱۴۱۸۵-۳۲۶۱۳۸۷۵

تعداد: الکٹرانک

تعداد صفحات: ۱۰۷

Web: *mou.ir/ur*

***Email**: zikrofikrmag@gmail.com*

مجلس تحریر

علی محمد نقوی	رکن علمی بورڈ علیگڑھ یونیورسٹی (ہندوستان)
ماہرخ مرزا	چانسلر معین الدین چشتی یونیورسٹی (ہندوستان)
زاہد علی زاہدی	رکن علمی بورڈ کراچی یونیورسٹی (پاکستان)
سید محمد علی عون نقوی	رکن علمی بورڈ جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ، (ہندوستان)
جابر محمدی	استاد المصطفیٰ ورچوئل یونیورسٹی (پاکستان)
عون علی جاڑوی	استاد المصطفیٰ ورچوئل یونیورسٹی (پاکستان)
ثروت رضوی	ISI علمی تحقیقی مجلّہ (پاکستان)

ڈپٹی ریسرچ جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ

کی طرف سے

اس مجلّہ کی سطح، طلباء کی علمی انجمنوں سے مختص

<u>**علمی جریدہ**</u> کے طور پر معین کی گئی ہے۔

اس مجلّہ کے لئے مقالہ لکھنے کے رہنما اصول

ا۔ مقالہ میں درج ذیل موارد کا ہونا ضروری ہے:

عنوان، خلاصہ، کلیدی کلمات، مقدمہ، موضوع کی وضاحت (یعنی تحقیق کا اصلی سوال)، تحقیق کے نظریاتی مبانی (یعنی کلیدی کلمات کی وضاحت)، تحقیق کی روش، مقالہ کی تحریر، نتیجہ گیری، منابع کی فہرست

۲۔ صرف ایسے مقالات کو مجلّہ میں قبول کیا جائے گا جو پہلے کسی بھی جریدے میں نہ چھپے ہوں۔ اور مصنف اس مقالے کو کہیں دوسری جگہ چھاپنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو۔

۳۔ مقالہ میں تحریر شدہ مطالب کی علمی اور حقوقی طور پر تمامتر ذمہ داری خود مصنف پر عائد ہو گی۔

۴۔ مجلّہ کو مکمل حق ہے کہ وہ مقالے کو قبول یا رد کر دے۔

۵۔ مقالہ کو چھاپنے کے بارے میں آخری فیصلہ مجلس ادارت کی سفارشات کے مطابق، چیف ایڈیٹر کو ہو گا۔

۶۔ مقالہ کم از کم ۷ صفحات اور زیادہ سے زیادہ ۳۰ صفحات پر مشتمل ہو سکتا ہے۔ (ہر صفحہ =۲۵۰ الفاظ)

۷۔ اس مجلے کے مطالب کو مصدر کا تذکرہ کرتے ہوئے نقل کیا جا سکتا ہے۔

۸۔ مقالہ کی تحریر میں "علوی نستعلیق" کا فونٹ سائز ۱۴ استعمال کرنا ہو گا۔

۹۔ آخر میں منابع کی فہرست کو حروف الفباء کی ترتیب سے (حسب ذیل) مرتب کیا جائے گا:

اگر کتاب ہو تو: پہلے مصنف کا خاندانی نام، پھر مصنف کا اصلی نام، (کتاب کے نشر ہونے کا سال) **کتاب کا نام** "بولڈ فونٹ"۔ مترجم کا نام (اگر ترجمہ ہے)، چھاپ کا نمبر، مقام نشر، ناشر۔

اگر مقالہ ہو تو: پہلے مصنف کا خاندانی نام، پھر مصنف کا اصلی نام، (مقالہ کے نشر ہونے کا سال) **مقالے کا نام** "بولڈ فونٹ"۔ جریدے کا نمبر، جریدہ کے صفحوں کی تعداد۔

۱۰۔ خود تحریر میں منابع کے لیے ارجاعات: مصنف کا نام، نشر کا سال، صفحہ نمبر (توجہ رہے: فٹ نوٹ یعنی صفحہ کے نیچے نہیں بلکہ متن کے اندر ہی بریکٹ کے درمیان چھوٹے فونٹ سے لکھا جائے گا)

۱۱۔ صرف خاص موارد جیسا کہ مخصوص الفاظ کی انگش میں معادل اصطلاح، یا الفاظ کی تشریح یا کسی چیز کی اضافی وضاحت کو فٹ نوٹ (اسی صفحے کے نیچے) لایا جا سکتا ہے۔

۱۲۔ مقالہ نگار کو چاہئے کہ اپنا مقالہ مجلے کی ای میل پر ارسال کرنے کے ساتھ ساتھ، اپنا علمی، اور تحصیلی تعارف بھی ارسال کرے۔

۱۳۔ مقالہ کے چھپنے کے بعد مجلے کا دفتر اس بات کا پابند ہے کہ اس مجلّہ کا ایک الکٹرانک نسخہ مقالہ نگار کو اس کے ای میل پر ارسال کرے۔

۱۴۔ مجلے کا ای میل ایڈریس zikrofikrmag@gmail.com :

فہرست مقالات

اداریہ ۷

یہودیت سازش: قران اور تارخ کی روشنی میں ۹

سید فرخ عباس رضوی ، سید محمد علی عون

تفسیر قرآن میں قول صحابہ کی حیثیت ۳۹

سید بہادر علی زید قمی

انسانی زندگی کے زرین اصول ماحولیات: قرآن کی روشی میں ۶۷

محمد یعقوب مہدوی، ڈاکٹر غلام جابر محمدی

اہل بیت (علیہم السلام)کی محبت کا قرآنی تصور اور اہل سنت علماء ۸۷

محمد یعقوب بشوی

قرآن و حدیث کی نگاہ میں عورت کا مقام ۱۳۱

شکیلہ بتول ، ڈاکٹر سید عبّاس مہدی حسنی

اداریہ

ان کی تحقیقات کو ایک جریدہ کی صورت میں منعکس کیا جائے، اللہ تعالی کے انتہائی مشکور ہیں کہ اس نے یہ توفیق عطا فرمائی کہ مجلّہ **ذکر و فکر** کے عنوان سے اس کام کا باقاعدہ آغاز ہوا۔

محاسن کا علم ہو جائے تو ہماری اتباع کرنا شروع کر دیں گے۔

بنیادی کردار ادا کیا ہے۔

امید ہے مجلّہ کی بہتری کے لئے محترم قارئین اپنی قیمتی آراء سے نوازتے رہیں گے۔

اپنے نقطہ نظرات اور تجاویز کو مجلّہ کے ای میل پر ارسال فرمائیے گا۔ شکریہ

یہودیت سازش: قران اور تارخ کی روشنی میں

سید فرخ عباس رضوی

سید محمد علی عون

اشاریہ:

صدر اسلام سے کربلا تک جاری رہی۔ یہودیوں نے ہمیشہ سے اسلامی تعلیمات میں تحریف کرنے کی کوشش کی،

لیے اللہ نے خاص انتظامات کیے، لیکن یہودیوں کی سازشیں کبھی ختم نہیں ہوئیں۔

یہودیوں نے اسلامی تعلیمات میں اسرائیلیات شامل کرنے کے لیے سادہ مسلمانوں اور منافقین کا سہارا لیا،

شناخت کے لیے متحرک کیا۔

تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتی ہیں، اور ان کے اثرات آج بھی محسوس کیے جاسکتے ہیں۔

باطل

مقدمہ

بعض لوگ اپنے مومن بھائیوں سے اتنا حسنِ ظن نہیں رکھتے جتنا یہودیوں سے رکھتے ہیں مگر میں ابھی

کیسے سوچ سکتے ہیں کہ یہودی ہم سے دشمنی نہ کریں؟

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَۃً لِّلَّذِینَ آمَنُوا الْیَہُودَ وَالَّذِینَ اَشْرَکُوا (مائدہ ۸۲)

یقیناً تم لوگ مومنین کا بدترین دشمن یہودیوں کو پاؤ گے۔

تھی۔

آیئے یہودیوں کے بھیانک ماضی پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہیں۔

صدرِ اسلام سے پہلے:

اطلاعات موجود تھیں۔ (الکافی جلد ۸ صفحہ ۱۰۸)

نے پوری کوشش کی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے اجداد ہی کو قتل کر دیا جائے تاکہ آخر نبی دنیا میں نہ آسکیں۔

حضرت ہاشم کا قتل :

حضرت ہاشم، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے جدّ اعلی مکہ کے رہنے والے تھے مگر ان کی قبر فلسطین کے شہر غزہ

ہو چکے تھے۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ کے آباؤاجداد سے دشمنی :

حفاظت کی۔

کے والد حضرت عبداللہ علیہ السلام تھے۔

حضرت عبداللہ کے قتل کی تیاریاں:

کو قتل کردیں مگر اللہ کا ارادہ مانع ہوا۔ (بحارالانوار جلد ۱۵ صفحہ ۱۱۱)

بات ثابت نہیں کی جاسکتی لیکن بہر حال ایک احتمال اپنی جگہ موجود ہے۔

آخری نبی کی ولادت اور ان کے قتل کا منصوبہ :

خدا کا ارادہ یہودیوں کے مکر و فریب پر غالب آیا اور آخری نبی ختمی مرتبت کی ولادت ہو گئی، مگر یہودیوں

اندازہ ہو گیا تھا کہ آخری نبی کی ولادت ہو چکی ہے۔ ولادت کے اگلے ہی دن یہودی علما دار الندوہ آئے اور لوگوں

بندی کرنے لگے۔

یہودیوں سے پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ کی جان کی حفاظت:

جان محفوظ نہیں ہے، لہٰذا انہیں مخفیانہ طریقہ سے مکّہ سے دور کر دیا جائے۔

پڑھیں تو تاریخ آپ پر اپنے بہت سے راز اگل دے گی۔

تحریف:

دوسرا کام کہ جس کے وہ بہت زیادہ ماہر بھی تھے اور اس کام سے ان کی تاریخ بھی بھری ہوئی ہے، وہ ہے

قرآن مجید نے ان کی اس عادت کی طرف سورہ نساء میں اس طرح اشارہ کیا ہے:

تحریف کردیا۔۔۔

میں تقسیم ہوجانا درحقیقت اسی تحریف کا نتیجہ تھا۔ یہ تحریف بھی صرف منافقوں کے ذریعہ ہی ممکن تھی۔

الہی تعلیمات میں تحریف کی کہ ابھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کا کفن بھی میلا نہیں ہوا تھا کہ یہ پیغمبر کی احادیث اور

(ص) کے اقوال اور سیرت سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی توہین کا

ان کی شان سے گھٹا دیا جائے۔ ہم مثالیں پیش نہیں کرنا چاہتے، آپ تاریخ پڑھیے۔

مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ اپنی زندگی میں ہی ان کی شرارتوں کا بندوبست کر کے گئے تھے اور ایسا نظام بنا کر گئے تھے کہ جو ان کا راستہ روک دے گا۔

تحریف میں مہارت رکھنے والے یہودیوں نے اگرچہ صدرِ اسلام سے ہی تحریف کا آغاز کر دیا تھا، مگر پیغمبر

توریت کا ایک نسخہ تھا، جب پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ سخت ناراض ہوئے۔ (مسند احمد

جلد ۳، صفحہ ۳۸۷)

اسرائیلیات:

تحریف کردیں، مگر قرآن کی حفاظت کا ذمہ تو خود خدا نے لیا تھا اس لیے وہ اصل قرآن میں تو تحریف نہیں کر سکے

کی سعادت سے محروم ہو گئی۔ جن چیزوں کے ذریعہ سے یہودیوں نے قرآن کی تفسیر اور پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ کے قول و سیرت میں تحریف کی تھی انہیں *اسرائیلیات* کہا جاتا ہے۔

مسلمان اور چالاک منافق، اور یہ دونوں اقسام کے افراد مکّہ اور مدینہ میں فراوان تھے، انہیں تلاش کرنے کے لیے

خلفا کے زمانہ میں ۱۰۰ سال تک حدیث لکھنے پر پابندی لگا دی گئی، جس کی وجہ سے لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ کی احادیث بھولنا شروع ہو گئے اور یہودیوں کو اسلامی تعلیمات میں اسرائیلیات وارد کرنے کا سنہری موقع مل گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد ۵ صفحہ ۱۴۰)

امام علی علیہ السلام اور ان کے گھر والے ہیں۔

ان کے ہوتے ہوئے یہودیوں کو زیادہ محنت کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

علیہ السلام کے سامنے اس نفرت کا اظہار بھی کر دیتے تھے کہ جو تاریخ کی کتابوں میں درج ہے۔

دوسری طرف خواص کا خریدا جانا بھی امام حسن علیہ السلام کے دور میں واضح طور پر دیکھا گیا۔ خاص طور پر

اب یہودیوں کا جاسوس امام حسن علیہ السلام کے گھر کے اندر تک پہونچ چکا تھا۔

امام حسن علیہ السلام کی شہادت میں خفیہ ہاتھ :

امام حسن علیہ السلام نے اپنی شہادت سے پہلے اپنی شہادت کی پیشگوئی کر دی تھی اور فرمایا:

یَا قَومِ إِنِّی اَمُوتُ بِالسَّمِّ کَمَامَاتَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَآلِہِ (بحار الانوار جلد ۴۳ صفحہ ۳۲۷)

میں زہر سے ایسے ہی شہید ہوں گا جیسے پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ کو شہید کیا گیا۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کو زہر سے شہید کیا تھا۔

ہے۔

امام حسین علیہ السلام کا دور:

کھینچ دی جائے، اس کام کے لیے سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کو میدانِ کربلا میں آنا پڑا۔

امام حسن علیہ السلام نے کیوں جنگ نہیں کی:

کیوں نہ کیا ؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یہودیوں نے منافقین کے ذریعہ جو تحریف کروائی تھی اس تحریف کے

اس دنیا میں

لے آئے۔ (الحمیری جلد ا صفحہ ۱۰۸) یہاں تک کہ حضرت عبدالمطّلب کا وقتِ آخر آن پہونچا۔ اس دنیا سے کوچ

تجارت پر گئے تو پیغمبر (ص) کو اپنے ساتھ لے گئے، اور اس سفر کے درمیان بحیرا کی داستان پیش آئی۔

بحیرا کی پیشگوئی:

المختصر یہ کہ بحیرا کہ جو ایک مسیحی عالم تھا، اس نے پیغمبر (ص) کو پہنچان لیا اور حضرت ابوطالب سے اصرار

۴۱۰)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی حفاظت میں حضرت ابوطالب علیہ السلام کا کردار:

ہوگئے اور حضرت عبد المطّلب اور حضرت ابو طالب نے یہودیوں سے پیغمبر (ص) کی حفاظت کی۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ اپنی جوانی کے دور میں:

نہ چھوڑیں۔

اعلانِ رسالت:

خود سامنے آئیں، بلکہ وہ تو پہلے ہی موت سے ڈرتے تھے، جس کی نشاندہی خود قرآن مجید کر چکا ہے:

قُلْ یَا أَیُّهَا الَّذِینَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِیَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِینَ (سورہ جمعہ ۶)

اے یہودیوں اگر تم یہ گمان کرتے ہو کہ اللہ کے دوست ہو تو موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو۔

لے سکتے ہیں۔

یہودی اور منافق، دو جسم ایک جان:

موت سے ڈرتے ہیں، یہ چاہتے تھے کہ ان کا کام بھی ہو جائے اور ان کی زندگی بھی بچ جائے۔ اس کا ان کے

کے باوجود انہیں جب موقع ملتا یہ شرارت کر دیتے۔

جنگِ بدر :

ہجرت کے بعد مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کی پہلی جنگ، جنگ بدر تھی۔ مشرکین کا سر غنہ ابو سفیان تھا اور محقّقین بتاتے ہیں کہ ابو سفیان کے یہودیوں کے ساتھ بہت گہرے تعلقات تھے۔ اب آپ کڑی سے کڑی ملا لیجیے۔

جنگِ بنی قینقاع:

طرف جلاوطن کر دیا۔ (انساب الاشراف جلد ا صفحہ ۳۰۹)

جنگِ بنی نضیر:

پر ایک سنگین پتھر پھینک دے تا کہ ہمیں ان سے نجات مل جائے، اور ایسا کرنے ہی والے تھے کہ خدا نے جبرئیل کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ کو ان کی اس سازش سے آگاہ کر دیا۔

(بحارالانوار جلد ۲۰ صفحہ ۱۶۴، صحیح البخاری جلد ۷ صفحہ ۲۵۴)

امیر المؤمنین علی علیہ السلام کی سر براہی میں ۱۵ دن ان کا محاصرہ کرنے کے بعد یہ بھی تسلیم ہو گئے اور انہیں بھی جلاوطن کر دیا گیا۔ (تاریخ یعقوبی جلد ۲ صفحہ ۴۹)

جنگِ خندق:

یہودی قبیلہ تھا، اس نے بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ کے ساتھ خیانت کی۔ بنی قریظہ چاہتے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ کی غیر موجودگی میں مدینہ میں خواتین اور بچوں کا قتل عام کریں مگر پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ ان کی یہ

صلی اللہ علیہ والہ نے امام علی علیہ السلام کی ایک ضربت کو ثقلین کی عبادت سے افضل قرار دیا۔

جنگِ بنی قریظہ:

تسلیم ہو گئے۔

جنگِ خیبر:

مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے رہے، یہاں تک کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ نے خیبر پر حملہ کا فیصلہ کر لیا۔ ہمیشہ کی

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس امیر المؤمنین علی علیہ السلام جیسا شجاع انسان موجود ہے۔

قرآن مجید نے ان کی اس حالت کو اس طرح بیان کیا ہے:

حشر ۲)

بحارالانوار جلد ۲۱ صفحہ ٦، تاریخ طبری جلد ۷ صفحہ ۳۸۱)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کو زہر دینے کی سازش:

پیغمبر کا جانشین نہیں مگر یہ کہ اسے شہید کیا گیا۔ (بصائر الدرجات جلد ا صفحہ ۵۰۳)

ہو۔ یہاں تک کہ عظیم محقّق اور تاریخ دان آیت اللہ جعفر مرتضی عاملی مرحوم فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کو ایک بار نہیں بلکہ کئی بار زہر دیا گیا ہے۔

یہودیوں کا حکومت میں نفوذ:

اتنے مضبوط تھے کہ قرآنِ مجید نے اس بات کو اس طرح بیان کیا:

اِبَدًا وَاِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنصُرَنَّكُمْ وَاللّٰہُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ (سورہ حشر ١١)

اے رسول آپ نے منافقوں کو نہیں دیکھا کہ جو اپنے یہودی بھائیوں سے کہتے ہیں کہ اگر تمہیں نکالا گیا

ساتھ جنگ ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے، اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیں۔

یہودیوں کا منافقوں کے ساتھ رابطہ:

آپ نے دیکھا کہ یہودیوں نے ان منافقوں سے اتنے گہرے تعلقات قائم کر لیے تھے کہ وہ لوگ انہیں

جائے۔ منافقین کی صورت میں مسلمانوں میں ان کا اثر ورسوخ بڑھ چکا تھا۔

چاہتا تھا، تا کہ اب جب آپ کبھی تاریخ پڑھیں تو یہ زاویہ ذہن میں رکھیں۔

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی شہادت کے بعد:

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ شہید ہوگئے مگر ان کی شرارتیں ختم نہ ہو سکیں۔ اب میں مجبور ہوں کہ اس سے

جب دین کمزور ہو جائے گا تو ان کا راستہ بھی صاف ہو جائے گا۔

یہودیوں کا طریقہ کار:

ان مقاصد کے حصول کے لئے انہوں نے دو کام انجام دیے۔

تفرقہ:

علیہ وآلہ کی زندگی کے آخری حصہ سے ہی شروع کر دیا تھا۔اس کام کے لیے منافقین ان کے لیے بہترین مددگار ثابت ہوئے۔اس بات پر ہم بہت زیادہ نہیں لکھ سکتے،اگر آپ اس بارے میں

نہیں ہونے دے گا۔

امیر المؤمنین علی علیہ کی حق تلفی:

کی نشریات یعنی میڈیا اپنے ہاتھ میں لے چکے تھے۔اب نام تو اسلام کا تھا مگر پیغام یہودیوں کا تھا۔

روایت لکھنے پر پابندی:

ایک طرف حدیث لکھنے پر پابندی لگا دی گئی تھی تو دوسری طرف انہوں نے روایت نقل کرنے والوں کی

کررہے ہیں، یعنی یہودی اس زمانہ کے میڈیا پر قبضہ کر چکے تھے۔ بعنوان مثال آپ مسلمانوں کی کتابوں میں ایسی

افضل تھے۔ (بخاری جلد ۳ صفحہ ۸۸ اور جلد ۴ صفحہ ۱۳۲، ۱۳۳)

معاد کی بنیادیں ہلانے ساتھ اہلِ بیت علیہم السلام کی شان گھٹانے کی پوری کوشش کی گئی۔

امیر المؤمنین علیہ السلام اور یہودیوں کا مقابلہ:

کیا، اور اپنے اصحاب کو بھی اس فتنہ سے مقابلہ کرنے کی تلقین کی۔ اس مقالہ کے اختصار کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ہم سب کچھ تفصیل سے بیان نہیں کر سکتے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ والہ کے بعد یہودیوں کا یہ صرف ایک حملہ ہے کہ انہوں نے میڈیا ہاتھ میں لے کر اسلامی تعلیمات اور مسلمان ثقافت پر فکری حملہ کیا۔

نشریات پر قبضہ:

علی علیہ السلام ظاہری خلافت قبول کرنے سے پہلے اور بعد میں ان سب کا مقابلہ کرتے رہے، مگر کیا کریں جہالت کے تو پاؤں نہیں ہوتے۔

خوارج اور یہودی:

کہ امیر المؤمنین علی علیہ السلام نے ضربت لگنے کے فورا بعد فرمایا:

قَتَلَنِی ابْنُ مُلْجِمٍ قَتَلَنِی اللَّعِینُ ابْنُ الْیَهُودِیَّةِ (بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۲۸۱)

رکاوٹ تھے، اور اب اپنی دانست میں انہوں نے دونوں ہی کو راستہ سے ہٹا دیا تھا۔

یہودی تھا۔

امام حسن علیہ السلام کا دور:

کر باطل کی پیروی کی جا رہی تھی۔ مگر امام حسین علیہ السلام کی امامت کے زمانہ تک تحریف اس خطرناک حد تک پہونچ چکی تھی کہ لوگ باطل کو حق اور حق کو باطل سمجھ بیٹھے تھے، یعنی حق و باطل کے درمیان تمیز ختم ہو چکی

ذلیل کر دیں۔ درحقیقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ کی شہادت کے بعد سے یہودیوں نے منافقین کے ذریعہ جو

ایک دوپہر میں یہودیوں اور منافقوں کی ۵۰ سالہ سازشوں کو ناکام بنادیا۔

کربلا:

زیارت میں اشارہ بھی کیا گیاہے، بلکہ یہ کہوں کہ صراحت سے بیان کیا گیاہے۔

عَصَوا وَّ کَانُوا یَعتَدُونَ.

سے ان پر لعنت کی گئی ہے۔ (کامل الزیارات باب ۷۹، صفحہ ۲۰۸)

قرآن مجید نے واضح طور پر بتادیا ہے کہ حضرت داوٗد علیہ السلام نے کن لوگوں پر لعنت کی ہے۔

لُعِنَ الَّذِینَ کَفَرُوا مِنۢ بَنِیٓ إِسۡرَٰٓءِیلَ عَلَىٰ لِسَانِ دَاوُودَ۔ (سورہ مائدہ ۷۸)

بنی اسرائیل یعنی یہودیوں میں سے جو لوگ کافر ہوگئے ان پر حضرت داوٗد کی زبان سے لعنت کی گئی ہے۔

جن پر حضرت داوٗد علیہ السلام نے لعنت کی۔

امام حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن عمر کی گفتگو:

اس کے علاوہ مدینہ سے نکلتے وقت امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ بن عمر سے فرمایا:

بِسمِ اللّٰہ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اسْواقِہِم یَبِیعُونَ وَیَشتَرُونَ کَاَنْ لَم یَصنَعُوا شَیئاً

کچھ ہوا ہی نہیں ہے) (لہوف صفحہ ۲۶، مثیر الاحزان صفحہ ۲۰)

امام حسین علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام میں شباہت :

ہے، تو بہتر یہ ہے کہ اس شباہت کی وجہِ شباہت تلاش کی نائے۔ عجیب بات یہ ہے کہ روایات میں امام حسین علیہ

تفصیل سے بیان کی جائیں تو ایک تفصیلی مقالہ بن جائے گا، لیکن کچھ شباہتیں ہم اگلے مقالے میں ذکر کریں گے ،

مدعا ثابت کر دیا کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے پیچھے چھپا ہوا یہودی ہاتھ نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

شباہت ہے۔ مثلاً امام سجاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ :

فَمَا نَزَلَ مَنزِلًا وَلَا ارتَحَلَ مِنہُ ، إلّا ذَکَرَ یَحیَی بنَ زَکَرِیّا علیہ السلام وقَتلَہُ . مِن ہَوانِ الدُّنیا عَلَی اللّٰہِ إنَّ رَاسَ یَحیَی بنِ

زَکَرِیّا اہدِیَ اِلی بَغِیّ مِن بَغایا بَنی اِسرائیل

شہادت میں یہودیوں کا خاص کردار ہے، مگر ابھی تک ہم نے کوئی ٹھوس دلیل پیش کیوں نہیں کی؟ اس کا جواب

اس کی تفسیر کی روشنی میں کربلا میں ان کا کردار پیشِ خدمت ہے۔

کربلا میں یہودیوں کے ملوث ہونے پر آیت اور روایت سے استدلال:

قرآن میں یہودیوں کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے کہ:

وَقَضَیْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا (سورہ اسرا ۴)

(اور خون بہاؤ گے) اور تم لوگ (خدا کے مقابل میں) ایک بڑے طغیان میں مبتلا ہوں گے۔

ہیں:

قَتْلُ عَلِیِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَطَعْنُ الْحَسَنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا کَبِیراً قَالَ قَتْلُ الْحُسَیْنِ عَلَیْہِ السَّلَامُ

شہید کر کے خدا کے مقابل میں سرکشی اور طغیان کریں گے۔

امام حسین علیہ السلام کے بعد آنے والے ائمہ کے زمانہ میں یہودیوں کا کردار بیان کریں گے۔

یحییٰ بن زکریا علیہ السلام اور ان کی شہادت کا ذکر کیا۔ اس دنیا کی پستی کے لیے یہ کافی ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بدکردار عورت کے لیے حضرت یحییٰ کا سر تحفہ کے طور پر پیش کیا گیا۔ (ارشاد جلد ۲ صفحہ ۱۳۲)

روایت میں آیا ہے کہ:

فَاِنَّہُ (الحسین)، سَیِّدُ الشُّہَداءِ، وسَیِّدُ شَبابِ اہلِ الجنّۃِ، وشَبیہُ یَحیی بنِ زَکَرِیّا .

(ابن قولویہ، کامل الزیارات، ص ۴۸۶)

بے شک حسین شہدا اور جوانانِ جنت کے سردار اور یحییٰ بن زکریا کی شبیہ ہیں۔

اگر امام حسین علیہ السلام حضرت یحییٰ کی شبیہ ہیں تو ان دونوں میں وجہِ شباہت کیا ہے؟

روایات میں امام حسین علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے درمیان اس طرح وجہِ شباہت بیان کی گئی ہے:

۱۔ دونوں کی ولادت سے پہلے ان دونوں کا کوئی ہمنام نہیں تھا۔

۲۔ دونوں کے حمل کی مدت ۶ ماہ تھی۔

۳۔ دونوں کو بد کردار افراد نے شہید کیا۔

۴۔ دونوں کی شہادت پر آسمان خون رویا۔

۵۔ دونوں کا سر تن سے جدا کیا گیا۔

۶۔ سر جدا ہونے کے بعد دونوں کے سر نے کلام کیا۔

۷۔ دونوں کا سر سونے کے طشت میں تحفہ کے طور پر پیش کیا گیا۔

۸۔ امام حسین علیہ السلام کا سر شام میں اسی جگہ آویزاں کیا گیا جہاں حضرت یحییٰ کا سر آویزاں کیا گیا تھا۔

۹۔ دونوں کے قاتل کا جہنم میں ایک ہی ٹھکانہ ہے۔

القرآن، جلد ا، صفحہ ۱۶۸)

بے شک خدا ان پر لعنت کرتا ہے۔

ہمارے اتنے ہی سخت دشمن ہیں کہ جیسا قرآن بیان کر رہا ہے تو تاریخ میں یہ بات کیوں پوشیدہ رہی؟

ان تشبیہات سے ہمیں اشارہ ملتا ہے کہ شاید وجہِ شباہت یہ ہو کہ جو حضرت یحییٰ کا قاتل ہے اس کا امام حسین علیہ

قول نہ ہوتا کہ جو ہم نے آخری مقالہ میں نقل کیا۔" یہاں دوبارہ اس قول کی طرف اشارہ کر رہا ہوں۔

اِہل ملتی ،یقتلون اِفاضل ذریتی، واِطایب اِرومتی، ویبدلون شریعتی وسنتی، ویقتلون ولدی الحسن والحسین، کما قتل اِسلاف ہؤلاء الیہود زکریا ویحییٰ .

یحر فہم بسیوف اِولیائہ اِلی نار جہنم. (بحرانی، البرہان فی تفسیر القرآن، جلد ا، صفحہ ۱۶۸)

بے شک خدا ان پر لعنت کرتا ہے۔

دشمنوں کی دشمنی آخر تاریخ میں کیوں نظر نہیں آتی؟ اس کا جواب ہم دے چکے ہیں کہ ان یہودیوں کا کہنا یہ تھا کہ جب دوسروں کے ذریعہ اپنا کام ہو رہا ہے تو خود سامنے آنے کہ کیا ضرورت ہے۔

بہر حال ہماری گفتگو یہ چل رہی تھی کہ کربلا میں ان کا کیا کردار تھا؟

حضرت زینب سلام اللہ علیھا کا بیان:

:

بِاَبِی مَنْ اَضْحَی عَسْکَرُہُ فِی یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ نَہْباً (اللھوف علی قتلی الطفوف جلد ۱، صفحہ ۱۳۲)

میرا باپ اس پر فدا ہو جائے کہ جس کے لشکر پر پیر کے دن حملہ کیا گیا۔

تختِ شام پر بیٹھ کر یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

لیت اِشیاخی ببدر شہدوا

جزع الخزرج من وقع الاسل

لَعِبَت ہاشِمُ بِالمُلک فَلَا

خَبَرٌ جاءَ وَلا وَحیٌ نَزَل

بنادیں۔

نتیجہ :

اجداد کے خلاف سازشیں، حضرت ہاشم اور حضرت عبداللہ کی جان کی حفاظت کی ناکام کوششیں، اور امام حسین علیہ السلام کی کربلا میں شہادت کے پیچھے یہودیوں کا ہاتھ، یہ سب اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ یہودیوں کی

حق کی شناخت کے لیے ہمیشہ چوکسی اور بیداری کی ضرورت ہے۔

منابع:

۱. قرآن مجید

۲. مجلسی، محمد باقر، بحار الانوار، طبع مؤسسۃ الوفاء

۳. ابن قولویہ، ابوالقاسم جعفر بن محمد، کامل الزیارات، ط مکتبۃ الصدوق

۴. الکلینی، محمد بن یعقوب (۴۲۸اق)، اصول الکافی، دار الھلال، بیروت

۵. حمیری، عبداللہ بن جعفر، قرب الاسناد، مؤسسۃ آل البیت علیہم السلام لِاحیاء التراث- قم

۶. البلاذری، احمد بن یحیٰی بن جابر، انساب الاشراف، ط دار الفکر، بیروت

۷. یعقوبی، احمد بن اسحاق، تاریخ الیعقوبی، دار صادر، بیروت

۸. الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، تاریخ االطبری، بمطبعۃ "بریل" بمدینۃ لیدن فی سنۃ ۱۸۷۹م

۹. الصفار القمی، محمد بن حسن، صائر الدرجات الکبری فی فضائل آل محمد (ع)، المکتبہ الحیدریہ، قم- ایران

۱۰. ابن سعد، الطبقات الکبری، دار صادر، بیروت

۱۱. البخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم، صحیح البخاری، دار طوق النجاۃ، بیروت

۱۲. السید ابن طاووس، اللھوف علی قتلی الطفوف، اِنوار الہدی- قم- ایران

۱۳. مفید، محمد بن محمد، الاِرشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد، کنگرہ شیخ مفید

۱۴. البحرانی، السید ہاشم الحسینی (۱۴۱۷)، البرہان فی تفسیر القرآن، قم دار التفسیر قم

تفسیر قرآن میں قول صحابہ کی حیثیت

سید بہادر علی زید قمی

چکیدہ

اصطلاح ہے۔آخر میں، یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ یہ موضوع پیچیدہ ہے اور اس پر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔
الفاظ کلیدی: صحابہ، اقوال کی حجیت، اہلِ سنت، عدالت، شیعہ نقطہ نظر، تحقیق

صحابی کی لُغوی تعریف:

”

کہا جاتا ہے جو کسی کے ساتھ کثرت سے پایا جاتا ہو[۲]۔

جیسا کہ جناب فیّومی نے بھی کہا ہے ”یعنی صحابی وہ ہے جو پیغمبرِ اسلام ﷺ کی صحبت میں زیادہ رہا ہو یا انہیں دیکھا ہو[3]“

صحابی کی اصطلاحی تعریف:

اصولییّن و محدثین اہلِ سنّت کا اتفاق نظر ہے کہ صرف مسلمان ہی پر صحابی کا اطلاق کیا جا سکتا ہے.

صحابی، اہلِ سنّت علمائے اصول کی نگاہ میں:

لَقِیَ النَّبِی مُومِناً بہِ وَلَا زِمَہ زمناً طَوِیلاً حَتَّی صَارَ یطلق علیہ اِسم الصَاحب عرفاً[4]“

دستورات الٰہی پر عمل پیرا ہو.

صحابی، اہلِ سنّت علمائے اہلِ حدیث کی نگاہ میں:

”الصحابی مَنْ لَقِیَ النَّبِی مُومِناً بہ وَمَاتَ عَلی الِاسْلام[5]“

صحابی وہ ہے جس نے ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی ہو اور مسلمان ہی دنیا سے گیا ہو.

آنحضرت ﷺ کے زمانہ کو درک کیا ہو چاہے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو یا نہ دیکھا ہو[۱]۔

---

[۱] ۔ قاموس المحیط: مادہ صحب۔

[۲] ۔ المفردات من غریب القرآن: مادہ صحب۔

[3]۔ مصباح المنیر: مادہ صحب۔

[4]۔ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی: ص ۱۷۱۔ ۱۷۲۔

[5] ۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج ۱، ص ۴، ابن حجر عسقلانی؛ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی: ص ۱۷۰۔

زیارت کی تھی۔

کی نظر کے مطابق "مِسوَر" ہجرت سے دو سال قبل پیدا ہوئے تھے.

صحابی اور شیعہ نقطۂ نظر

ہے کیونکہ:

اوّلاً: اہلِ سنّت کی بیان کردہ اصطلاحی تعریف پر کوئی قرآنی و روائی دلیل موجود نہیں ہے.

مثالوں پر غور کیجئے.

☆{اَلَم ترَ کیفَ فَعلَ رَبُّکَ بِاَصحَابِ الفِیل}[۲]۔

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا.

☆{وَمَا صَاحِبکُم بِمَجنُون}[۳]

اور تمہارا ساتھی پیغمبرؐ دیوانہ نہیں ہے.

☆{وَ مَاضلّ صَاحبکُم وَ مَا غویٰ}[۴]۔

تمہارا ساتھی نہ گمراہ ہوا ہے نہ بہکا ہے.

---

[۱] ۔ مقباس الهدایة: علی اکبر غفاری / شیخ عبد اللہ مامقانی۔

[۲] ۔ سورہ فیل (۱۰۵) آیت ۱۔

[۳] ۔ سورہ تکویر (۸۱) آیت ۲۲۔

[۴] ۔ سوہ نجم (۵۳) آیت ۲۔

☆{ قَالَ لَہ صَاحبُہ وَھُوَ یُحَاوِرُہُ اَکَفَرْ تَ بِا لّذِی خَلَقَکَ مِنْ تُرابٍ ثُمَّ مِن نُطفَۃٍ ثُـمَّ سَـوَّاکَ رَجُلاً}[1]۔

گذارا ہے اور پھر ایک باقاعدہ انسان بنادیا ہے.

☆{ وَاضْرِبْ لَھُم مَثلاً اَصْحَابَ القریَۃَ اِذ جائَھاالمُرسلوُن}[2]۔

اور پیغمبرؐ آپ ان سے بطور مثال اس قریہ والوں کا تذکرہ کریں جن کے پاس ہمارے رسول آئے.

نتیجہ:

مندرجہ بالا آیات پر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن میں:

اولاً: لفظ "اصحاب" لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے اور اگر کچھ لوگ کسی حیوان کے ہمراہ تھے جیسے اصحاب فیل (ہاتھی

سینتیسویں آیت میں آیا ہے.

وحدیث اور لُغت سے کوئی تائید نہیں ہوتی.

قول صحابہ کی قدر و منزلت

بعض حضرات، صحابہ کے قول کو حُجت مانتے ہیں اور کچھ حُجت تسلیم نہیں کرتے ہیں. مثلًا ابو حنیفہ کہتے ہیں:

"اِذَالَم اَجِد فِی کِتَابِ اللہ وَلَا فِی سُنّۃ رسوُل اللہ اَخَذْتُ بِقولِ اَصحابِہ فَاِذا اختَلفَتْ آرا ؤُھم فِی حکمِ الواقعۃ الواحدۃِ اَخَذْتُ بِقولِ مَنْ شئتُ واَدْع مَن شئتُ[3]"

---

[1] ۔ سورہ کہف (۱۸) آیت ۳۷۔

[2] ۔ سورہ یس (۳۶) آیت ۱۳۔

[3] ۔ المستصفیٰ: ص ۱۳۵۔۱۳۶، غزالی۔

چاہتا ہوں ترک کر دیتا ہوں.

النص، والثَانِی فَتْوَی الصَّحابِی،فَعَمَلُ الصَّحابی عَلٰی خِلاَ فِ عمومِ القُرآنِ دَلِیل عَلٰی التَخْصِیصِ وَقَولُ الصَّحابی بِمَنْزِلَةِ عَملِہ"

کی مانند ہے[1]۔

گفتگو قرار دیا گیا ہے.

کرتے ہیں:
علمائے اہلِ اصول، رائے و عقل اور اجتہاد کے ذریعہ درک نہ ہونے والے امور میں صحابی کے قول کو حجت مانتے ہیں اور علمائے حدیث انکے قول کو بعنوان حدیث موقوف تسلیم کرتے ہیں جو حدیث مرفوع کا حکم رکھتی ہیں.
اسی طرح علمائے علم اصول ایک صحابی کے قول کو دوسرے صحابی کے لئے حُجت نہیں مانتے ہیں[2]۔

عدالتِ صحابہ کے بارے میں اقوال

علمائے اہلِ سنّت کے درمیان صحابہ کرام کی عدالت کے بارے میں تین مختلف نظریات پائے جاتے ہیں:
ا. بعض حضرات صحابہ کو کافر مانتے ہیں جیسے فرقہ کاملیہ[3]۔

---

[1] ۔ نظریہ عدالت الصحابۃ: ص۱۶۸؛ بر بنائے نقل "المدخل الی اصول الفقہ وآراء علماء المسلمین: ص۸۷"
[2] ۔ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی: ص۱۷۱۔۱۷۲۔
[3] ۔ اجوبۃ مسائل جار اللہ: ص۱۲، سید عبد الحسین شرف الدین۔

۲

تکذیب جائز نہیں ہے.

مزنی اس بارے میں کہتے ہیں: "کلّهم ثقة مؤتمن[1]"، یہ سب کے سب ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

خطیب بغدادی کہتے ہیں: "عدالة الصحابة ثابتَةومعلومَة[2]"، صحابہ کی عدالت ثابت شدہ اور معلوم ہے۔

ابنِ حزم کا کہنا ہے: "الصحابة كلّهم من اهلِ الجنّة قطعاً[3]"، یقیناً تمام صحابہ اہلِ بہشت ہیں۔

ابن عبد البر[۴]، ابن اثیر[۵]، اور غزالی[۶] وغیرہ نے بھی اِس موضوع کی تصریح کی ہے۔

۳

پائے جاتے ہیں یہ نظریہ بالکل شیعہ نقطۂ نظر کے مطابق ہے.

---

[1] ۔ مجلّہ علوم حدیث: ش ا، ص ۱۵۵۔

[2] ۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج ا، ص ۱۷۔۱۸، ابن حجر عسقلانی۔

[3] ۔ الاصابۃ: ج ا، ص ۱۹۔

[۴] ۔ الاستیعاب: ج ا، ص ۸۔

[۵] ۔ اسد الغابۃ: ج ا، ص ۳۔

[۶] ۔ احیاء العلوم الدین۔

[۷] ۔ شرح مقاصد: ج ا، ص ۳۱۰۔

[۸] ۔ الاصابۃ: ج ا، ص ۱۹؛ النصائح الکافیہ: ص ۱۶۱۔

[۹] ۔ النصائح الکافی: ص ۱۶۲۔

[۱۰] ۔ ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول۔

[۱۱] ۔ شیخ المضیرہ ابوہریرہ: ص ۱۰۱۔

[۱۲] ۔ الاضواء علی السنۃ المحمدیۃ؛ ابوریّہ۔

[۱۳] ۔ النصائح الکافیہ۔

[۱۴] ۔ شیخ المضیرہ ابوہریرہ؛ ابوریّہ۔

[۱۵] ۔ ایضاً۔

دلائل موافقین

پیش کرتے ہیں:
۱. قرآن ۲. سُنّت ۳. عقل
۱. قرآن:

ہیں، انہوں نے پہلے مرحلے میں قرآن کی آیات کے ذریعے اپنے اس نظریہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے. مثلاً:
۱
تُومِنُونَ بِاللهِ}[۲]

ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو.

لئے روشن دلیل ہے.

جواب:

---

[۱] ۔الصواعق المحرقہ: باب فضائل صحابہ۔
[۲] ۔آل عمران (۳) آیت ۱۱۰۔

نہیں ہے.

فرار کے مرتکب ہوئے ہوں!؟

جو صحابہ اور قیامت تک آنے والے اُمّت کے تمام افراد کو شامل کرتا ہے.

مراد ہیں.

أتو الزكاة ، اعلموا انّما غنتم من شئيٍ، وغیرہ.

جبکہ آپ تمام صحابہ پر اطلاق کررہے ہیں.

آیات میں بھی تو خطاب موجود ہے؟!

کا حکم دے اور برائیوں سے منع کرے اور ان سب کے پیچھے جذبۂ ایمان باللہ ہو.

کو بھی بُرائیوں سے روکا ہے۔

۲

رہو اور پیغمبرؐ تمہارے اعمال کے گواہ رہیں۔

اہلِ سُنّت کا استدلال

قرار پائیں گے۔

جواب استدلال

صرف صحابہ سے مختص کر دیا جائے تو پھر تمام خطابات قرآنی کو صحابہ سے مخصوص کرنا چاہیئے!

ثانیاً: نزولِ آیت کے وقت تمام صحابہ موردِ خطاب پیغمبرؐ نہ تھے۔

۳. آیت رضی اللہ: { لَقَدَ رَضِـیَ اللّٰہُ عَن المؤ مِنینَ اِذ یُبایعُونکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ}

یقیناً خدا صاحبان ایمان سے اس وقت راضی ہو گیا جب وہ درخت کے نیچے آپکی بیعت کر رہے تھے [۲]۔

استدلال اہلِ سُنّت

عدالت کی دلیل ہے۔

---

[۱] ۔ سورہ بقرہ (۲) آیت ۱۴۳۔

[۲] ۔ سورہ فتح (۴۸) آیت ۱۸۔

تبصرہ

کی دلیل قرار دے رہے ہیں جب کہ آپکی دلیل صرف ایک فیصد؛ بلکہ اس سے بھی کم مقدار کو بیان کر رہی ہے !

مُومِن وَلَا یُبغِضُکَ اِلَا مُنَافِق" لہٰذا اس کی روشنی میں حضرت علیؑ سے دُشمنی رکھنے والا منافق ہے .

الْفَاسِقِين}[۲] خدا فاسق قوم سے راضی ہونے والا نہیں ہے .

حق نہیں ہے .

رابعاً: {فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عَاهَدَ عَلَيهِ اللهَ فَسَيُؤ تِيهِ اَجْراً

عنقریب اسی کو اجرِ عظیم عطا کریگا.

---

[۱] ۔ سورہ بقرہ (۲) آیت ۸۔

[۲] ۔ سورہ توبہ (۹) آیت ۹۶۔

[۳] ۔ سورہ فتح (۴۸) آیت ۱۰۔

۴
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسولؐ ہیں اور جو لوگ آپؐ کے ساتھ ہیں وہ کُفّار کے لیے سخت ترین اور آپس میں انتہائی رحم دل ہیں.

استدلال اہلِ سُنّت

گیا ہے اور فرمایا ہے:{وَ عَدَاللهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مَغفِرَةً وَاَجْراً عَظِيماً }

جواب:

۱
سمجھتے ہیں. حالانکہ لُغت کے اعتبار سے فقط صاحبِ دیدار کو صحابی نہیں کہا جاتا.
۲
لیکن اگر کسی حساس وخطرناک موقع پر نبی کریمؐ کو تنہا چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کی جائے تو اسے معیت قرار نہیں دیا جاسکتا.
۳

معیت ایک معنوی تعلق ہے جو ہر صحابی کو حاصل نہیں ہو سکتا.
۴

سمجھنے میں غلطی کی ہے.

---

[1] ۔ سورہ فتح (۴۸) آیت ۲۹۔

روایت کے بعد کہا جاسکتا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ نہایت مہربان تھے؟
۵

چاہتا ہے کہ انکی باہمی جنگ وجدال اِنکے باہمی رحم دل اور مہربان ہونے کے منافی نہیں ہے؟!
۶. لُغت و عرف اور قرآن کریم میں "معیت" دو معنی میں استعمال ہوا ہے.
الف)
اَینَمَا کُنْتُمْ...؛اور تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے.
ب)

دینے والے ہیں.

انکے یاور ومددگار اور ایک دوسرے کے ساتھ مہربان ہوں.

خُلاصہ ونتیجہ کلام

ہیں جنہیں ہم بطور اختصار اگلے صفحات پر پیش کریں گے.

۲. سُنّت:

قولِ صحابہ کی حُجیت کو ثابت کرنے کیلئے مختلف احادیث کا سہارا لیا گیا ہے جیسے:

"لَا تَمُسُّ النارُ مُسلماً رآنی او رَأَی مَن رآنی"[1]

جس مسلمان نے مجھے دیکھا یا اسے دیکھا جس نے مجھے دیکھا، آتشِ جہنم اسے ہرگز مس نہ کرے گی.

اسکے علاوہ اور بہت سی روایات اس مُدعا کو ثابت کرنے کے لئے پیش کی گئی ہیں[2]۔

تبصرہ:

دوچار ہے[3].

کے تین راوی یحیٰ بن حبیب عربی، موسیٰ بن ابراہیم بن کثیر انصاری اور طلحہ بن خراش ہیں.

کثیر انصاری کے بارے میں تحریر کرتے ہیں: قالَ ابنِ حبان: "كَانَ يُخطئ" یعنی ابنِ حبان کہتے ہیں کہ وہ خطاکار تھا.

کی حدیث مرسل ہے[4].

جب کہ اس حدیث کے بارے میں خود یحیٰ کا کہنا ہے:

حسن، غریب ہے کہ جسے ہم نے موسیٰ بن ابراہیم کے علاوہ کسی اور سے نہیں پایا ہے.

---

[1] ۔ ترمذی: ج۵، باب۵۷۔

[2] ۔ تفصیلات کے لئے رجوع فرمائیں: الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ج۱، ص۷۔۸۔

[3] ۔ تھذیب التھذیب: ج۱۰، باب میم مع الواو، ص۲۹۷۔

[4] ۔ تھذیب التھذیب: ج۵، باب "من اسمہ طلحۃ" چاپ بیروت، ص۱۵۔

نے حضور ﷺ کا ہر چند ایک لحظہ دیدار کیا ہو! یہ بات کوئی عاقل قبول کر ہی نہیں سکتا.

نے اسے دیکھا ہے جس نے پیغمبر ﷺ کو دیکھا ہے.

۳. عقل:

نزدیک ہے[۱]۔

تبصرہ:

اور احکامِ اسلامی سے آشنا تھے جبکہ بہت سے مواقع پر حقیقت اسکے برخلاف تھی جس کا ذکر آئندہ کیا جائے گا.

دلائلِ مخالفین

ذریعے رد کرتے ہیں مثلاً:

[۱]۔ المیسر فی اصول الفقہ الاسلامی: ص ۱۷۲۔

۱. عقل:

ہے:

{ اِنَّ اکرمَکم عنداللہِ اتقٰکُم }

اور دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

{ فَمَن یَعمَل مِثْقَالَ ذرّۃٍ خیراً یَّرہ}

نہ دے وہ عادل ہو جائے اور اسکا قول حجت بن جائے؟!

۲. قرآن:

نفاق قرار دیا ہے جیسے:

۱. سورۂ بقرہ آیات ۸ تا ۲۰

۲. سورۂ توبہ (۹) آیت ۲۵

{لَقَدْ نَصَرَ کُم اللہُ فیِ مَواطِنَ کَثیرَۃٍ وَ یَومَ حُنینٍ اِذْ اَعْجَبَتْکُمْ فَلَنْ تُغْنِ عَنْکُم شیئاً وَضَاقَتْ عَلیکُمْ الاَرْضُ بِمَارَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّیْتُمْ مُدبِریْنَ}

"

نکلے".

عباس نے مسلمانوں کو آواز دی، اے بیعتِ شجرہ والو!

اے سورۂ بقرہ والو ! واپس آ جاؤ.

پر آمادہ کرنے کے لئے ساتھ لگ گئے تھے .

ان کی صحبت و ہمنشینی اختیار کی تھی.

بھی یہ معافی انکی عدالت اور انکے عدمِ ارتکابِ فسق کی دلیل قرار نہیں دی جاسکتی.

کے قول و فعل کو مطلق طور پر حُجت قرار دے سکتا ہے ؟ !

۳. سورۂ توبہ (۹) آیات ۳۹-۳۸

{یَا ایُھَا الذینَ اٰمنُوٰ مَا لَکُم اِذَا قِیلَ لَکُم انْفِرُو فِی سَبِیل الله اثَّا قَلتُم اِلیٰ الأرضط اَرَضِیتُم بِالحَیَاۃِ الدُنیا مِن الآخِرَۃج فَمَتَاعُ الحیٰوۃِ الدُنیَا فِی الآخِرۃ اِلَّا قَلِیل. اِلَّا تَنفِرُوٗ یُعَذِّبْکُم عذاباً اَلِیماً. ویَستَبدِل قوماً غَیرَکُم وَلَا تضرّوہ شیأَاط والله علی کُلِ شئٍ قدیر}

”

آئیگا اور تم اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے ہو کہ وہ ہر شی پر قدرت رکھنے والا ہے“ .

شانِ نزول:

ابنِ عباس وغیرہ سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ آیات جنگِ تبوک کے بارے میں نازل ہوئی ہیں.

کے اُتارنے کا موسم تھا یہ تمام امور مسلمانوں کو جنگ میں شریک ہونے اور پیغمبرؐ کی اطاعت سے روک رہے تھے.

یہ شان نزول بطور اجمال مختلف مفسرین مثلاً طبری، فخر رازی اور آلوسی نے روح المعانی میں نقل کی ہے.

پس بنابر ایں پیغمبر اکرم ﷺ کی اطاعت سے روگردانی کرنے والے کس طرح واجب الاطاعت ہو سکتے ہیں؟!

۴. سورۂ توبہ (۹) ۴۷،۴۶.

{وَلَو اَرادُوا الخروُجَ لَاعَدُّوا لَہُ عُدَّةً وَلَكِنْ كَرِهَ اللهُ اِنبِعَاثهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدوُا مع القَاعِدِيْنَ. ٤ لَوخَرَجُوا فِيْكُمْ مَازَادُوكُم اِلّا خَبَالاً وَلَا اَوضَعُواخِلٰلَكُمْ يَبْغُونَكُمْ الْفِتنَةَ ج وَفِيْكُم سَمّٰعُونَ لَهُمْ ط وَاللهُ عَلِيم بِالظّٰلِمِينَ}

”

ارادوں کو کمزور رہنے دیا اور ان سے کہا گیا کہ اب تم بیٹھنے والوں کے ساتھ بیٹھے رہو“.

ہے.

چند کلمات کے معانی:

عدّہ: سامان جہاد ہے.

انبعاث: جہاد کے لئے نکلنا ہے.

خبال: رائے میں اِضطراب کا نام ہے.

فتنہ: یہاں فتنہ سے مراد دین میں شُبہات پیدا کرنا ہے، جو منافقین کا قدیمی شعار رہا ہے.

---

[1] ۔ مدینہ سے تبوک کا فاصلہ ۶۱۰ کلومیٹر بیان کیا جاتا ہے۔

عمل رہتے.

کرلیتا ہے.

حیرت کی بات ہے کہ ایسے افراد کے ہوتے ہوئے سارے اصحاب پر کس طرح اعتبار کرلیا جاتا ہے.

۵. سورۂ توبہ (۹) ۴۹.

{وَمِنْهُم مَنْ يقولُ ائذِنْ لِی وَلَا تَفتِنِّی ط اَلَا فِی الْفِتْنَةِ سَقَطُوا ط وَاِنَّ جَهنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بَالكَافِرِينَ}

" ان میں وہ لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم کو اجازت دے دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالئے تو آگاہ ہو جاؤ کہ یہ واقعاً فتنہ میں گر چکے ہیں اور جہنم تو کافرین کو ہر طرف سے احاطہ کئے ہوئے ہے".

پڑنے کی دلیل ہے.

جاتا ہے تو اپنے ساتھیوں کو یہ سمجھاتے ہیں کہ ہم نے انہیں حالات کے پیشِ نظر میدان کا رُخ نہیں کیا تھا.

آخرت میں بھی عذابِ الیم کے علاوہ کچھ نہیں ملتا ہے.

کیا جاسکتا ہے؟

۶. سورۂ توبہ (۹) ۵۴.

{وَلَا يَاتُون الصّلوٰة اِلّا وَ هُمْ كسالىٰ وَلَا يُنفِقُوْن اِلّا وَ هُمْ كٰرِهُون}

ہیں".

۷. سورۂ توبہ ۵۶.

{وَيَحْلِفُونَ بِاللهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ط وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قوم يَفْرَقُونَ}

" اور یہ لوگ اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ یہ تمہیں میں سے ہیں حالانکہ یہ تم میں سے نہیں ہیں یہ لوگ بُزدل ہیں".

۸. سورۂ توبہ (۹) ۷۶.

{فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِه بَخِلُوا بِهِ وَتَوَلَّوا وَ هُم مُعْرِضُوْن}

"اس کے بعد خدا نے جب اپنے فضل سے عطا کر دیا تو بُخل سے کام لیا اور کنارہ کش ہو کر پلٹ گئے".

۹. سورۂ توبہ (۹) آیت ۱۰۱.

{وَمِمَّنْ حَولَكُمْ مِنَ الاَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ط وَمِنْ اَهْلِ المَدِيْنَةِ مَرَدُوا عَلىٰ النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ط نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ط سَنُعَذِّبُهمْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ اِلىٰ عَذَابٍ عَظِيْمٍ}

"

پلٹا دیئے جائیں گے".

توضیح:

طرح ان تمام افراد کو عادل مانتے ہوئے ان کے ہر قول و فعل کو تفسیرِ قرآن کے لیے حُجت قرار دیا جاسکتا ہے؟

مَاكُنَّا نَعرِف المُنَافِقِين عَلىٰ عهدِ رَسوُ الله اِلَّا بِبُغْضِهِم عَلِياً؛ ہم عہدِ نبی ﷺ میں منافق کو بغضِ علیؑ کے ذریعے پہچان لیتے تھے.

پا گئے؟

عذاب ہے یا عالمِ احتضار اور قبر کا عذاب ہے[۴]۔

۱۰. سورۂ جمعہ (۶۲) آیت ۱۱

{وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَ ࣙ انفَضُّوا اِلَيْهَا وَ تَرَكُوْكَ قَائماً ؕ قُلْ مَا عِنْدَاللهِ خيْر مِـنْ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ؕ وَاللهُ خيْرُ الرَّارِقِيْن}

---

[۱] ۔ سنن ترمذی: کتاب المناقب عن رسول اللہ، حدیث ۳۶۶۹؛ صحیح مسلم: کتاب الایمان، حدیث ۱۱۳؛ سنن نسائی: کتاب الایمان وشرائعہ، ح ۴۹۳۳؛ سن ابن ماجہ: کتاب المذمۃ، ح ۱۱۱؛ مسند احمد: مسند العشرۃ المبشرین الجنتہ، ح ۶۰۷۔ ۶۹۳۔ ۱۰۱۰۔

[۲] ۔ سورہ منافقون (۶۳) آیت ۱۔

[۳] ۔ صحیح بخاری: کتاب الایمان، ح ۵۶۳۰، ۲۵۴۴، ۴۷۵، ۲۴، ۳۲۔

[۴] ۔ ترجمہ و تفسیر علامہ ذیشان حیدر جوادی ذیل آیت ۱۰۱، سورہ توبہ (۹)۔

”

وہ بہترین رزق دینے والا ہے“۔

الّا اثنا عشر رَجُلاً فَا نزل الله: اذا رَاَ وٗا تجارَۃً اَو لھواً انفضّوا الیھا وتَرکوکَ قَائماً“۔

جانب سے یہ آیت نازل ہوئی[1]۔

اب غور کیجئے کہ پیغمبر اکرمؐ کو چھوڑکر لہو و لعب (حرام) کی طرف دوڑکر جانے والے ایسے صحابہ کو کیوں کر

لوگوں پر سنگ بارانی کرتا[2]۔

۱۱. سورۂ آلِ عمران (۳) ۱۵۳.

{اِذ تُصعِدوُنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلیٰ اَحَدٍ وَ الرَّسُولُ یَدعُوکُمْ فِیْ اُخرٰلَکُمْ فَاَثَابَکُمْ غَمّاً بِغَمٍّ}

کھڑے آواز دے رہے تھے جس کے بدلے میں خدا نے تمہیں غم کے بدلے میں غم دیا“۔

اُحدٍ عبدَالله بنِ جُبیرٍ، وَاقْبَلُوامنہزِمِینَ، فَذاک، اِذیَدْعُوھُمْ الرَّسُولُ فِیْ اُخراھُم ، وَلَمْ یَبْقَ مَعَ النَبِی صلَّی الله علیہ وسَلّم غَیرُ اِثنَی عَشَررَجُلاً“[3]۔

جارہے تھے. اور صرف بارہ (۱۲) افراد نبی کریم ﷺ کے ساتھ رہ گئے تھے.

ایسے اصحاب کی عدالت و وثاقت کے بارے میں آپ خود ہی فیصلہ کر لیجئے!

---

[1] ۔ صحیح بخاری: کتاب التفسیر سورہ جمعہ باب قولہ اذارَاَوا تجارَۃً۔

[2] ۔ مجمع البیان: ج۹، ص۲۸۷۔

[3] ۔ صحیح بخاری: ج۳، کتاب التفسیر سورہ آل عمران باب ۱۰ (والرسول یدعوکم فی اُخراکم)۔

میں محفوظ بھی کر لیا جائے.

السلام.

۳. رِوایات

بعض اصحاب کی مذمت کی گئی ہے، مثلًا:

ا. "اِنَّ فِی اصحَابِی اِثنَا عشر مُنَافِقاً"[1]

میرے اصحاب میں بارہ افراد منافق ہیں.

پائے جاتے ہیں جو بظاہر میرے اصحاب ہونے کا دعویٰ کر رہے ہیں لیکن حقیقت کچھ اور ہی ہے.

[1] ۔ کنز العمال: ج ا، ش ۸۵۶۔۸۵۷۔

ہے لہٰذا اس اصول کی روشنی میں تمام اصحاب کو عادل قرار نہیں دیا جاسکتا ہے.

۲."اَلشِرکُ اَخْفیٰ فِیکُم مِنْ دَبِیبِ النَّمْلِ"[۱]۔

شرک انکے اندر چیونٹی کی چال چل رہا ہے.

عذاب کا وعدہ کیا ہے لہٰذا یہ حدیث بھی انکے نظریہ کو باطل قرار دے رہی ہے.

۳."اِنَّ مِن اَصحَابِی مَنْ لَا یَرانِی بَعدِی وَلَا اَراہم"۲

دیکھیں گے.

لیکن دنیا میں انکا ساتھ چھوٹ جائے گا اور وہ ہر گز بہشت میں داخل نہ ہو سکیں گے.

۴."لَا تَرجَعُوا بَعدِی کُفّاراً"[۳] دیکھو! میرے بعد کافر مت ہو جانا.

۵."جَعَلَ النَّبِیُّ صلی اللهُ علیہ وَسَلّم عَلیَ الرِّجَالة یَومَ اُحدٍ عبدَالله بنِ جُبیِر، وَاقْبَلُوامنہزِمِینَ، فَذاک، اِذیَدْعُوھُمْ الرَّسُولُ فِیْ اُخراھُم ، وَلَمْ یَبْقَ مَعَ النَبِی صلّٰی الله علیہ وسَلّم غَیرُ اِثنَی عَشَررَجُلاً"[۴]

۶

فَثَار النَّاس اِلّا اثْنیٰ عَشَرَ رَجُلاً فَاَ نزَلَ اللهُ و اذَا رَأو تِجَارَۃً اَو لَھْوًا نْفَضُّو اِلَیْھَا"...[۵]

---

[۱] ۔ کنزالعمال: ج۳، ش۸۸۴۷۔

[۲] ۔ کنزالعمال: ج۱۱، ش۳۱۲۱۱۔۳۱۲۹۱۔

[۳] ۔ کنزالعمال: ج۱۱، ش۳۰۹۰۱۔۳۰۹۲۸۔

[۴]۔ صحیح بخاری: کتاب التفسیر، ح۴۱۹۵، کتاب جہات والسیر، ح۲۸۱۲، کتاب مغازی، ح۳۷۶۰، ۳۷۳۷، ۳۶۸۷؛ سنن ابی داؤد: کتاب الجہاد، ح۲۲۸۸؛ مسند احمد، کتاب اول مسند الکوفیین، ح۱۷۸۵۳۔۱۷۸۵۹۔

[۵] ۔ صحیح مسلم: کتاب الجمعہ، ح۸۸۴۔ ۱۹۱۸۔۱۴۳۰؛ سنن ترمذی: تفسیر القرآن عن رسول اللہ، ح۳۲۳۳؛ مسند احمد: کتاب باقی مسند المکثرین، ح۱۳۸۳۶۔۱۴۴۵۰۔

گُریز کررہے ہیں.

۷. دیگر متعدد روایات:

معلوم کہ انہوں نے آپؐ کے بعد کیا کیا اعمال انجام دیئے ہیں[1]۔

صرف دیدار پیغمبرؐ کی وجہ سے کوئی بھی شخص ہر لحاظ سے قابلِ اتباع واطاعت ہو جائے.
اَفَنَجعَلُ المُسلمین کالمُجرمین کیفَ تحکمُون
کیا ہم فرمانبرداروں کو مجرمین جیسا بنادیں گے؛ یہ تم کیسا حکم لگاتے ہو!

۴. تاریخ وواقعیت خارجی

عادل ہونے کے نظریہ کی تردید کررہے ہیں مثلاً:

کے باب رضاعۃ الکبیر کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے.
☆ نیز شراب نوشی کرنے والے بعض اصحاب کا حال کتاب "المبسوط[2]" میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے.

قرار دیا جاسکتا ہے؟

---

[1] ۔ صحیح مسلم: کتاب الصلاۃ، ح۷۰۶؛ کتاب فضائل، ح۴۲۵۹؛ سنن نسائی: کتاب الافتتاح، ح۸۹۴۔
[2] ۔المبسوط: ج ۲۴، ص۷۔

مشہور و معروف ہے[1]۔
☆زنا و قتل نفس کرنے والے صحابی پر حد جاری کرنے سے گریز کیا گیا[2]۔

ہونے کا حکم صادر فرمایا تھااور یہ اعتراض کرنے لگے تھے کہ حضورؐ نے ایک جوان کو ہمارے اوپر کیوں مُسلّط کیا ہے[3]۔

نے اللہ کو اذیت دی[4]۔

تک کہ انکے دَرِخانہ کو آگ لگادی گئی[5]۔

دُشمنوں کے قول و فعل کو حجت قرار دیدے اور انہیں عادل و اہلِ بہشت قرار دیدے؟!

۵. رُوحِ اسلام

دیتاہے۔مثلاً:
☆{اِنَّا جَعَلْنَا هَا مَا عَلَىٰ الاَرضِ زِينَةً لَهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً}[6]

---

[1] ۔نظریہ عدالت الصحابۃ: ص ۲۴۔۴۸۔
[2] ۔تاریخ ابوالفداء: ص ۱۵۸؛ تاریخ یعقوبی: ج ۲، ص ۱۳۲۔
[3] ۔طبقات ابن سعد: ج ۲، ص ۱۹۰؛ کنزالعمال: ج ۱۰، ص ۵۷۲۔
[4] ۔نزہۃ المجالس: باب تزویج آدم و حوا، ج ۲، ص ۱۹۰؛ صحیح بخاری: ج ۵، ص ۲۶۔۳۶، دورۂ ۹ جلدی۔
[5] ۔العقد الفرید: ج ۳، ص ۶۴؛ تاریخ ابوالفداء: ج ۱، ص ۱۵۶۔
[6] ۔سورہ کہف (۱۸) آیت ۷۔

اعتبار سے سب سے بہتر کون ہے.

☆{الّذِی خَلَقَ المَوتَ وَالحَیَاۃ لِیَبْلُوَ کُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلاً}[1]

بہتر کون ہے.

نصیب کہاں.

ایں سعادت بزور بازو نیست

☆{وَ العَصْرِ اِنَّ الاِنْسَانَ لَفِی خُسْرٍ اِلّا الَّذِینَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ}[2]

قسم ہے عصر کی؛ بیشک انسان خسارے میں ہے علاوہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے.

☆{اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِندَ اللہِ اَتْقٰکُمْ}[3]

نسبی شرافت پر اکڑنے والے بدکردار افراد آیتِ کریمہ کی تعلیم سے سبق لیں اور اِسلام کے مزاجِ فضیلت کو پہچانیں.

کے پیشِ نظر اسی مقدار پر اکتفاء کرتے ہیں۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔

---

[1] ۔ سورہ ملک (۶۷) آیت ۲۔

[2] ۔ سورہ عصر (۱۰۳) آیت ۱۔۳۔

[3] ۔ سورہ حجرات (۴۹) آیت ۱۳۔

منابع و مآخذ

١.	احیاء علوم الدین: غزالی، دار الکتب العلمیہ، بیروت ١٤٠٦ھ ق
٢.	اسد الغابۃ: ابن اثیر، دار احیاء التراث العربی، عربی
٣.	الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: ابن حجر عسقلانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، عربی.
٤.	اضواء علی السنۃ المحمدیۃ: محمود ابوریہ، الطبعۃ الخامسۃ، نشر البطحاء، عربی
٥.	تہذیب التہذیب: ابن حجر عسقلانی، حیدر آباد، ١٣٢٥ھ، عربی
٦.	سنن الترمذی: ابو عیسی محمد بن عیسیٰ بن سورہ، المکتبۃ السلفیۃ المدینۃ ١٣٨٤ھ ق. ١٩٦٤م عربی
٧.	شرح مقاصد: سعد الدین تفتازانی، منشورات الرضی، قم ١٤٠٩ھ ق
٨.	صحیح بخاری: انتشارات دار الکتب العلمیہ، بیروت
٩.	صحیح بخاری: محمد بن اسماعیل بخاری، دار احیاء التراث العربی، بیروت
١٠.
العربی
١١.	الصواعق المحرقۃ: ابن حجر مکی، تخریج: عبد الوہاب عبد اللطیف، قاہرہ
١٢.	طبقات الکبریٰ: محمد ابن سعد، دار الکتب، بیروت ١٤٠٥ھ ق
١٣.	قاموس المحیط: فیروزآبادی، دار المعرفۃ، بیروت، بے تا
١٤.	کنز العمال: علاؤالدین ھندی، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت ١٤٠٩ھ، ١٩٨٩م عربی
١٥.	المستصفی من علم الاصول: غزالی (محمد بن محمد)، دار الفکر، بیروت، بے تا.
١٦.	مسند احمد: امام احمد بن حنبل، المکتب الاسلامی، بیروت ١٣٨٩ق ١٩٦٢م. عربی
١٧.	مفردات الفاظ القرآن: راغب اصفہانی، تحقیق عدنان داؤدی، الدار الشامیۃ، بیروت ١٤١٦ق
١٨.	المیسر فی اصول الفقۃ الاسلامی: ابراہیم محمد سلقینی، دار الفکر المعاصر، بیروت، ١٤١١ھ ق. ١٩٩١م، عربی

انسانی زندگی کے زرین اصول ماحولیات: قرآن کی روشنی میں

محمد یعقوب مہدوی[1]، ڈاکٹر غلام جابر محمدی[2]

خلاصہ

قدرے تفصیل کے ساتھ احادیث اور روایات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

---

[1] طالب علم، ایم فیل، جامعہ المصطفی کراچی، پاکستان
[2] استاد راهنما، جامعه المصطفی، پاکستان

طیبہ

ماحولیات کو آلودہ کرنے سے منع کیا گیا ہے اور پاک رکھنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

امام صادقؑ فرماتے ہیں:

قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اكْنُسُوا أَفْنِيَتَكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ. ۳

زندگی کے ماحول کی نظافت کی رعایت کرو اور یہودیوں کی مانند نہ ہو۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: انَّ اللہ تَعالَی طَیِّبٌ یُحِبُّ الطَّیِّبَ نَظِیفٌ یُحِبُّ النَّظَافَةَ فَنَظِّفُوا أَفْنِيَتَكُمْ ۴

ماحول

پاکیزہ رکھو۔

اس حدیث سے چند نکات ملتے ہیں:

۱

مربوط ہر چیز میں صفائی و پاکیزگی کو مدنظر رکھے، پاکیزگی محبوب خدا ہے۔

---

[۳] شیخ حر عاملی، محمد بن حسن، هداية الأمة إلى أحكام الأئمة عليهم السلام - مشهد، چاپ: اول، ۱۴۱۴ق.

[۴] پاینده، ابو القاسم، نهج الفصاحة (مجموعه كلمات قصار حضرت رسول صلى الله عليه و آله) - تهران، چاپ: چهارم، ۱۳۸۲ش.

۲: خوشبواور پاکیزگی روح کو لطیف بناتی ہے۔ پس جسم کی پاکیزگی سے روح ملکوتی کو طاقت ملتی ہے۔

۳

کو خطاب ہے۔

عوام اور حکومت دونوں کی ذمہ داری ہے کہ ماحول کو پاکیزرکھیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد کے پہاڑ کے بارے میں فرمایا:

جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ. ۵

یہ احد کا وہ پہاڑ ہے جو ہمیں دوست رکھتا ہے اور ہم اس کو دوست رکھتے ہیں۔

کی تمام نعمتوں سے حقیقی فائدہ اٹھایا جائے۔

لوگوں پر خدا ناراض ہوتا ہے۔

رسول خدا اسلام نے فرمایا:

مَلْعُونٌ مَنْ فَعَلَهُنَّ الْمُتَغَوِّطُ فِي ظِلِّ النُّزَالِ وَالْمَانِعُ الْمَاءَ الْمُنْتَابَ وَالسَّادُّ الطَّرِيقَ الْمَسْلُوكَ. ٦

تین گروہ ناروا کام کرنے کی وجہ سے خدا کی رحمت سے دور ہیں۔

---

[5] مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، بحار الأنوار (ط - بیروت) - بیروت، چاپ: دوم، ۱۴۰۳ ق.
[6] مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، مرآة العقول في شرح أخبار آل الرسول - تهران، چاپ: دوم، ۱۴۰۴ ق.

۱) جو آدمی عمومی جگہ (پارک گلی، روڈ، سایہ بان اور مہمان سراء) کو آلودہ کرتے ہیں۔

۲) جو آدمی پانی کے بارے میں رعایت نہ کرے۔

۳) جو آدمی سڑک پر ایسی چیز رکھے جس سے گزرنے والوں کے لئے مشکل ہو۔

ماحولیات پر گناہ کا اثر

ہے، اس پر رحمت کے دریا اور برکات الٰہی ہوتی ہیں۔ اس کے برعکس بعض لوگ معاشرے میں فساد برپا کرتے ہیں۔

فساد ہوتا ہے۔

دریا خشک ہو جاتے ہیں۔ ستم کی وجہ سے ملت میں امن نہیں رہتا، جنگ فتنہ و فساد عام ہو جاتا ہے۔

خداوند عالم سورہ شوریٰ آیت ۳۰ میں فرماتا ہے:

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَن كَثِيرٍ

اور جو مصیبت تم پر پڑتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی ہاتھوں کی کرتوت سے اور (اس پر بھی) وہ بہت کچھ معاف کر دیتا۔

ماحولیاتی آلودگی کی اقسام

کرنے والے عوامل قدرتی بھی ہو سکتے ہیں اور انسان کے اپنے پیدا کردہ بھی۔

اقسام ہیں، جو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر ہماری زندگیوں میں منفی کردار ادا کرتی ہیں۔

- ا: زمینی آلودگی اسباب، محرکات اور سیرت طیبہ

ہوتی ہے جس سے نظام زندگی میں عدم توازن پیدا ہوتا ہے۔

زمینی آلودگی کے اسباب محرکات مختلف ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

- ا

زرخیزی متاثر ہوتی ہیں۔ ایسی زمینیں بنجر ہو جاتی ہیں۔

استفادہ نہ اٹھایا جاسکے تو مردہ زمین میں شمار کرتے ہیں۔

- ۲

ہے اور زمین کاشتکاری کے قابل نہیں رہتی۔ جنگلات کا صفایا زمینی آلودگی کا بہت بڑا سبب ہے۔

ایندھن جلانے کے لیے جنگلات کی جگہ کا انتظام ہو سکے ۷

---

[۷] Jan L. Paper, Charles P, Gerba, Mark L, Environmental and Pollution Science (Brusseaul, 2^{nd} Edition)

•

رکاوٹیں آتی ہیں۔

چیزوں جیسے گاڑیوں.برق سامان اور مشینری وغیرہ کے پھینکنے کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۸

زمینی آلودگی سے متعلق سیرت طیبہ کی روشنی میں احکامات

- زمین کی آبادکاری کا حکم

آلودگی کے اسباب و محرکات میں کمی واقع ہوگی تاہم اسلام زمین کی آبادکاری کو پسند کرتا ہے۔

حدیث نبوی ہے کہ :

صَدَقَةٌ۹

جانور کھا جائے تو اس کیلئے صدقہ ہے۔

صدقہ بن جاتی ہے۔

- کاشتکاری، غرس ومزارعت کی ترغیب:

---

۸ G, S. Misra and Dinesh Mani, S.B**, Soil Pollution,** (New Dehli)

۹ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل , جلد۱۷ , صفحہ۱۱۲

اسلام کاشتکاری، غرس ومزارعت کی ترغیب دیتاہے۔ جیساکہ رسول خداصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَوْ بَہِیمَۃٌ اِلَّا کَانَتْ لَہُ بِہِ صَدَقَۃً۱۰

اس شخص کیلئے صدقہ شمار ہوتا ہے۔

اسی طرح امام محمد باقرؑ فرماتے ہے:

خَیْرُ الْاَعْمَالِ زَرْعٌ یَزْرَعُہُ فَیَأْکُلُ مِنْہُ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ اِمَّا الْبَرُّ فَمَا اَکَلَ مِنْہُ وَشَرِبَ یَسْتَغْفِرُ لَہُ ۱۱۔۔۔ (الی آخر حدیث)

کیلئے استغفار کرتے ہیں۔

جنگلات کے کٹاؤ کی ممانعت

ہے۔

جیساکہ اامام صادقؑ نے فرمایا:

قَالَ الصَّادِقُ عَلَیْہِ السَّلَامُ: لَا تَقْطَعُوا الثِّمَارَ فَیَصُبَّ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الْعَذَابَ صَبّاً۱۲

امام صادقؑ نے فرمایا: ثمر بخش درختوں کو قطع نہ کروا گرایسا کروگے توخدا سخت عذاب نازل کرے گا۔

---

۱۰ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل , جلد۱۳ , صفحه۴۶۰

۱۱ بحار الأنوار الجامعة لدرر أخبار الأئمة الأطهار علیهم السلام , جلد۱۰۰ , صفحه۶۹

۱۲ الفصول المهمة فی أصول الأئمة (تکملة الوسائل) , جلد۲ , صفحه۲۸۸

➢ ۲: فضائی آلودگی، اسباب، محرکات اور سیرت طیبہ:

اٹیک، انجائنا اور فالج کا حملہ وغیرہ شامل ہیں۔

❖

تعمیرات کا عمل وغیرہ۔

کا مناسب انتظام نہ ہونے جیسے عوامل بھی فضائی آلودگی میں اضافے کا سبب بنتے ہیں۔

▪

شگاف بڑھ جاتا ہے اور جو اسموگ کی صُورت بھی ظاہر ہوتا ہے۔

فضائی آلودگی کے اہم نقصانات:

نقصانات درج ذیل ہیں:

✓ ۱

سے نئے نئے بیماریاں جنم لیتی ہیں جیسا کہ ذیل کی رپورٹ سے واضح ہے:

✓

سرطان اور دل کی بیماریوں پیدا ہوتی ہے ۱۳

۲✓

بھی تیزی سے گرم ہو رہی ہیں

۳✓

کی

مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل

چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے۔

شجرکاری

عصر حاضر میں دنیا کے بڑے مسائل میں سے ایک بڑا مسئلہ کرہ ارض پر ماحولیاتی آلودگی میں مسلسل اضافہ ہے۔ اس عالمی مسئلے نے انسانی حیات وبقا کو تشویشناک اور پریشان کن صورتحال سے دوچار کر دیا ہے۔ عصر حاضر میں ماحولیاتی آلودگی بین الاقوامی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ عالمی سطح پر ماحولیاتی آلودگی کے تدارک کے سلسلے میں غور و فکر کیلئے کوپ (COP) کے نام سے دنیا کے مختلف شہروں میں متعدد عالمی ماحولیاتی کانفرنسز منعقد ہو چکی ہیں۔ ۶ تا ۱۸ نومبر ۲۰۲۲ میں مصر کے شہر شرم الشیخ میں عالمی ماحولیاتی کانفرنس COP-27 کا اجلاس منعقد ہوا ہے جس میں پاکستان کی موجودہ وفاقی وزیر برائے کلائمیٹ چینج کی جانب سے موسمیاتی تبدیلی کی تباہ کاریوں کے بارے میں پاکستان کا مؤقف پیش کیا گیا۔ ۱۴

[13] ماہنامہ ہمدرد صحت، کراچی، شمارہ ۹، جلد ۸۱، ذیقعدہ ۱۴۳۴ ہجری

[14] Ministry of climate change and Environmental coordination, for mor details visit website http://http/mocc.gov.pk/TopStory

اس خوفناک صورتحال میں حفظان صحت و ماحولیاتی تحفظ اور حیاتیاتی بقا کے لئے پہلے سے موجود گرین بیلٹ کی حفاظت

روشنی میں ماحولیاتی آلودگی کے تدارک میں شجر کاری کا کردار اجاگر کیا جائے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ

مقالہ نگاروں نے جدید سائنس اور اسلامی ادب کے تناظر میں نباتات اور شجر کاری پر مختلف فکری زاویوں سے لائق تحسین تحقیقی کام کیا ہے۔اس حوالے سے محمد طفیل احمد مصباحی کی کتاب " اسلام اور شجر کاری " اس موضوع پر ایک عمدہ تصنیف ہے جس میں عصر حاضر میں شجر کاری کے سماجی، معاشی، ماحولیاتی اور سائنسی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ مقالہ نگار عبدالمنان نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ "اسلام میں قدرتی وسائل کا تحفظ اور استعمال کے اصول و آداب: تحقیقی جائزہ" میں قدرتی وسائل کے استعمال کے اسلامی اصول وآداب اور ماحول کا تحفظ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قلم بند کیا ہے۔ جامعہ پنجاب میں Quran Fauna and flora in the light of Islamic literature and biology تحقیقی مقالہ برائے ڈاکٹریٹ پودوں کی افادیت جدید سائنس اور اسلام کی روشنی میں علمی و تحقیق کاوش ہے۔

مقالہ معلومات و تحقیقات کا ایک خزانہ ہے۔

ڈاکٹر احسان الرحمٰن غوری کا انگریزی زبان میں Ecological issues in the light of the Holy Quranارٹیکل اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے ریسرچ جرنل علوم اسلامیہ میں ۲۰۱۷ میں پبلش ہوا۔ اس ارٹیکل میں مدلل انداز میں ماحولیاتی تحفظ کو قرآنی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالمنان کا تحقیقی مقالہ بے عنوان Current global warming prevention in Islamic" "perspective: A Research Reviewریسرچ جرنل ایقان جون ۲۰۲۲ میں چھاپا جس میں گلوبل وارمنگ کے حل کے لیے اسلامی اصول و ضوابط پر روشنی ڈالی گئی۔

روشنی میں پیش کرنے کی ایک سعی ہے۔

❖ **شجرکاری کے ماحول پر مثبت اثرات:**

اس میں صدقہ ہے۔ ۱۵

۱۵ مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل , جلد۱۳ , صفحہ۴۶۰

❖ **شجرکاری سے مراد زمین پر نئے پودے اور درخت لگانا ہے شجرکاری کا لفظ عربی زبان کے لفظ شجر سے ماخوذ ہیں۔**

صاحب المفردات فی غریب القران لکھتے ہیں:

الشجر من النبات مالہ ساق یقال شجرہ وشجر نحو ثمرہ وثمر[۱۶]

نیو انسائی کلوپیڈیا بریٹانیکا میں ہے:

To qualify as a tree a plant must be perennial (i.e., a plant that renews its growth each year); in addition, trees have a single self-supporting trunk that contain Woody tissues17

کیونکہ اس سے کرہ ارض پر معیار زندگی بہتر ہوتا ہے اور بنی نوع انسان کی حاجات وضروریات بھی پوری ہوتی ہیں۔

گزارنے سے لوگوں کے مزاج کی تسکین آرام اور بلڈ پریشر کو کم کرنے میں مدد ملتی ہے۔

---

[۱۶] مفردات القران جلد ۱،ص ۵۵۷، مادہ ش،ج،ر

[17] The new encyclopedia Britannica.

شجرکاری کی تاریخی حیثیت حضرت آدمؑ کی تخلیق سے شروع ہوتی ہے ارشاد باری تعالی ہے :

الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ ١٨

اس درخت کے قریب نہ جانا ورنہ تم دونوں زیادتی کا ارتکاب کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

ارشاد ہے :

وَأَوْحَىٰ رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ ١٩

اور آپ کے رب نے شہد کی مکھی پر وحی کی کہ پہاڑوں اور درختوں اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ان میں گھر (چھتے) بنائے۔

لوٹتی ہے لیکن اپنے گھر کا راستہ ہرگز نہیں بھولتی اسی طرح بہت سے جانوروں کا قدرتی ایکو سسٹم اشجار و جنگلات ہیں۔

✓

فضا اور آب و ہوا، انسان کی صحت پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ اسلام میں شجرکاری کو مقدس، ثمر بخش نیکی قرار دیا ہے۔

وغیرہ کے ہم رتبہ قرار دیا ہے۔۲۰

---

[١٨] سوره البقره آية ٣٥
[١٩] سوره النحل آيه ٦٨
[٢٠] كنز العمال ج١٥، نقل از مفاتيح الحيات، آيت الله جوادى آملى

❖ شجرکاری کی اہمیت کے بارے میں فرامین معصومین :

۱: قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ : لَا تَقْطَعُوا الثِّمَارَ فَيَصُبَّ اللهُ عَلَيْكُمُ الْعَذَابَ صَبّاً [۲۱]

امام صادقؑ نے فرمایا: ثمر بخش درختوں کو قطع نہ کرو اگر ایسا کرو گے تو خدا سخت عذاب نازل کرے گا۔

2: شجرکاری کی اتنی اہمیت ہے کہ رسول خداﷺ اس بارے میں فرماتے ہیں:

تَقُومَ السَّاعَةُ حَتَّى يَغْرِسَهَا فَلْيَغْرِسْهَا [۲۲]

اگر کسی کے پاس کوئی پودا ہو اور قیامت سر پر آچکی ہو تو قیامت کے آنے کی فرصت میں بھی کاشت کرے۔

---

[۲۱] الفصول المهمة فى أصول الأئمة (تكملة الوسائل) , جلد۲ , صفحه۲۸۸

[۲۲] مستدرک الوسائل و مستنبط المسائل , جلد۱۳ , صفحه۴۶۰

❖ 3: مرنے کے بعد فائدہ:

قَالَ اَلنَّبِیّ صَلَّی اَللَّهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ : خَمْسَةٌ فِی قُبُورِهِمْ وَثَوَابُهُمْ یَجْرِی إِلَی دِیوَانِهِمْ مَنْ غَرَسَ نَخْلًا۔۔(الی آخر حدیث) ۲۳

جارہاہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ جس نے کھجور کا درخت کاشت کیا ہو۔

❖ 4: پیداوار کے برابر ثواب:

ثواب عطافرماتا ہے۔ ۲۴

❖ ۳: آبی آلودگی، اسباب، محرکات اور سیرت طیبہ

اضافہ ہو رہاہے، جب کہ زہریلے اور کیڑے مار اسپرے بھی آبی آلودگی بڑھانے کا باعث بن رہے ہیں۔

---

[۲۳] جامع الأخبار , جلد۱ , صفحه۱۰۵
[۲۴] نہج الفصاحہ

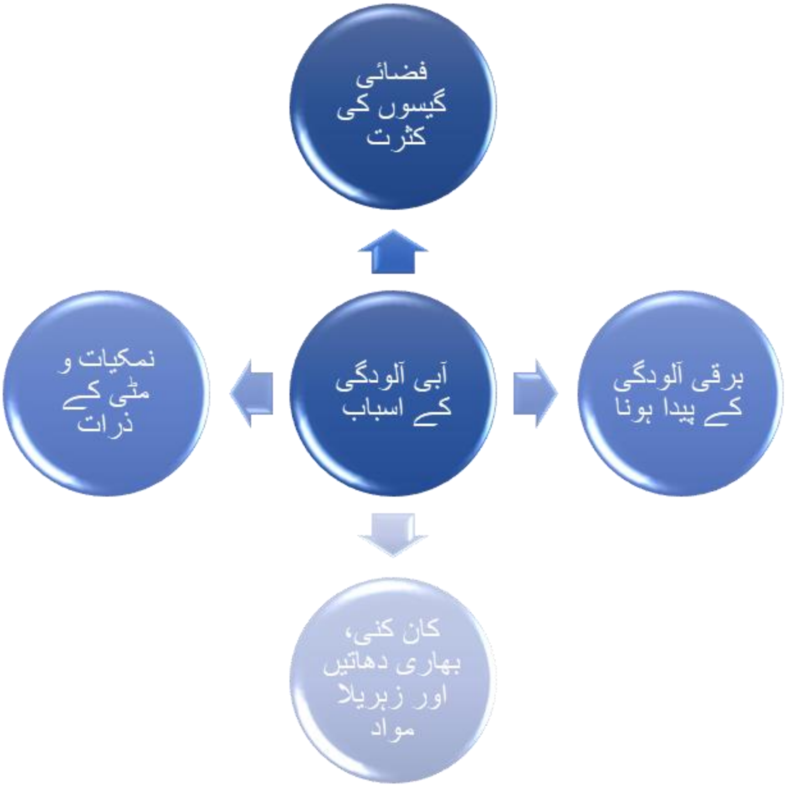

❖ آبی آلودگی سے متعلق سیرت طیبہ کی روشنی میں احکامات

پانی میں گندگی کی ممانعت:

مسلمانوں کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ انسان کی زندگی کا سبب یعنی پانی اور زندہ موجودات کو آلودہ کرے۔

قال رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَآلِہٖ اَنۡ یُتَغَوَّطَ عَلَی شَفِیرِ مَاءٍ یُسۡتَعۡذَبُ مِنۡہُ اَوۡ نَہَرٍ یُسۡتَعۡذَبُ مِنۡہُ اَوۡ تَحۡتَ شَجَرَۃٍ عَلَیۡہَا ثَمَرُہَا

کرنے، جاری پانی اور کنویں میں لعاب دہن پھینکنے سے منع فرمایا ہے۔۲۵

---

[۲۵] الخصال , جلد۱ , صفحہ۹۷

آبی راستوں کو نجس کرنے کی ممانعت:

سے منع کیا ہے جہاں سے صاف پانی کا گزر ہوتا ہے تاکہ گندگی کی غلاظت سے صاف پانی نجس نہ ہو۔
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ: الْبَرَازَ فِي الْمَوَارِدِ، وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَالظِّلِّ . . .» ٢٦

عام راستے میں، اور سائے میں پاخانہ پیشاب کرنے سے . . .”

❖ **حاصل بحث**

مقالہ ہذا سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

✓

انہی پر منحصر ہے۔

✓

آلودگی میں فضائی گیسیں، نمکیات اور نباتاتی وحیواناتی اجزاء، فضائی آلودگی میں آتش فشاں اور قدرتی حادثات وغیرہ۔

✓

اور کیمیائی مرکبات، گیسیں اور دھواں فضائی آلودگی کا باعث ہے۔

✓ ماحولیاتی آلودگی سے متعلق سیرت طیبہ کی روشنی میں واضح احکامات موجود ہیں۔ جن راہنما اصولوں اور احتیاطی تدابیر پر عمل پیرا ہو کر اس پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

---

[٢٦] سنن ابي داود/كِتَاب الطَّهَارَةِ: ٢٥

سفارشات و تجاویز

اس مقالہ کی روشنی میں ماحولیاتی آلودگی سے بچاؤ کیلئے درج ذیل سفارشات ہیں: .

✓ آلودگی سے بچاؤ انفرادی و اجتماعی کوششوں سے ہی ممکن ہے۔ ان اعمال و افعال کا حصہ نہیں بننا چاہیے جو اس کا باعث ہیں۔

✓

استعمال کی اشیاء کی حفاظت، طہارت، گندگی سے پرہیز جیسی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

✓ حکومت پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آلودگی کی روک تھام کیلئے قانون سازی کرے۔

✓

آرا کی روشنی میں بہترین تجاویز اور عمل سامنے لائے جائیں۔

✓

تدابیر سے روشناس کروایا جائے۔

✓

ہے۔

✓

کاری کی ماحولیاتی افادیت اجاگر کی جائے۔

✓ ثانوی اور اعلی تعلیمی اداروں کے نصاب میں ماحولیاتی اخلاقیات اور شجر کاری کے شعور کو اجاگر کیا جائے۔

✓

درختوں کا باغ یا جنگل

لگانے پر سرکاری سطح پر انعامات اور حوصلہ افزائی کا اعلان کیا جائے۔

منابع وماخذ

۱: القرآن الکریم
۲: بحار الانوار
۳: مرآۃ العقول فی شرح اخبار آل الرسول
۴: جامع لاحادیث، مرکز تحقیقات کمپیوتری علوم اسلامی
۵: مستدرک الوسائل ومستنبط المسائل
۶: کنزالعمال ج۱۵
۷: مفاتیح الحیات، آیت اللہ جوادی آملی
۸: الفصول المہمۃ فی اصول الائمۃ (تکملۃ الوسائل)
۹: جامع الأخبار
۱۰: نہج الفصاحہ
۱۱: مفردات القران، راغب اصفہانی
۱۲: ماہنامہ ہمدرد صحت، کراچی

۱۲:Jan L. Paper, Charles P, Gerba, Mark L, Environmental and Pollution Science (Brusseaul,2nd Edition)

۱۳:G, S. Misra and Dinesh Mani, S.B, Soil Pollution, (New Dehli)

۱۴:The new encyclopedia Britannica

۱۵؛Ministry of climate change and Environmental coordination, for mor details visit website http://http/mocc.gov.pk/TopStory

۱۶: مختلف آرٹیکلز

اہل بیت (علیہم السلام) کی محبت کا قرآنی تصور اور اہل سنت علماء

محمد یعقوب بشوی[1]

اشاریہ:

کی انتہا ہے اور اس کے بہت سے مادی، روحانی، دنیاوی اور اخروی اثرات ہیں۔ یہ نعمت نفع بخش ہے اور اس کا فائدہ

میں القربی کے مصداق معلوم ہوں، اور یہ مودّت کیسے وجود میں آتی ہے، اور اس طرح کی مودّت کو حاصل کرنے کے

مقالے میں سابقہ موضوعات کے علاوہ کچھ شکوک و شبہات کا جواب دیا گیا ہے۔

بنیادی الفاظ: آیت مودت، اہل بیت، مفسرین، اہل السنۃ، روایات، رسالت کا اجر، محبت کے آثار۔

مقدمہ

اس آیت میں خدا نے اہل بیت علیہم السلام کی مودّت کو رسالت کا اجر اور ہم وزن قرار دیا ہے اور یہ رحمت خدا کے نزدیک بہت وزنی اور قیمتی ہے، اسی وجہ سے اس نے اس مودّت کو اجرِ رسالت قرار دیا ہے: ‹‹وَالَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

---

[1]. استاد مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث، جامعه المصطفی، قم bashovi786@yahoo.com

الصّالحاتِ فی رَوْضاتِ الجنّاتِ لَهُمْ ما یَشاؤُنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذلِکَ هُوَ الفَضْلُ الکَبیرُ ذلِکَ الَّذي یُبَشِّرُ اللهُ عِبادَهُ الَّذینَ آمَنُوا وَ عَمِلُوا الصَّالِحاتِ قُلْ لا أَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ أَجْراً إِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى وَ مَنْ یَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فیها حُسْناً إِنَّ اللهَ غَفُورٌ شَکُورٌ» (شوری، ۲۲-۲۳).

جائے تو بعض اوقات یہ گناہِ کبیرہ بن جاتی ہے۔ اور قید و زندان تک لے جاتی ہے۔

آیت ۲۲اور ۲۳ کے سیاق و سباق کے مطابق، یہ سمجھ آتا ہے کہ اہل بیت کی مودت، مومنین کے لیے خدا کی خوشخبری کی ایک قسم ہے، اور یہ مودّت ایک شخص کو جنت میں اور خدا کی خوشنودی کے لائق بناتا ہے، اور جو کچھ یہ چاہیں خدا کے پاس ان کے لیے مہیا اور تیار ہے، اور یہ بہت بڑا فضل ہے کہ جو اللہ تعالیٰ ایک مومن کو عطا کرتا ہے۔ آیت میں خطاب ایسے ایمان والوں کو ہے کہ جو ایمان اور عمل صالح کے حامل ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حکم دیا کہ امت سے مودّت اہل بیت کو اجرِ رسالت کے طور پر طلب کریں۔

ان کی مودّت کو اجرِ رسالت قرار دیا جاسکے۔

قربیٰ کے مصادیق:

اس آیت میں قربیٰ کے مصادیق کو سمجھنا بہت ضروری ہے، سنی اور شیعہ روایات میں بعض روایات میں صرف حضرت علی، فاطمہ اور حسنین علیہم السلام کو قربیٰ کے مصادیق قرار دیا گیا ہے، اور بعض نے دوسرے ائمہ علیہم السلام کو بھی قربیٰ کے مصادیق میں شمار کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں بعض اہل سنت مفسرین نے جناب ابن عباس کی مشہور روایت نقل کی ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں: "جب یہ آیت اتری: «قل لا اسئلکم علیہ اجرا الاّ المودۃ فی القربیٰ... "انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ آپ کے قرابتدار ورشتہ دار کون ہیں کہ جنکی مودت واجب ہے؟ فرمایا: علی اور فاطمہ اور انکے دو بچے" (سیوطی، الدار المنثور، جلد ۷، صفحہ ۳۴۸؛ ابن کثیر دمشقی، تفسیر القرآن العظیم، جلد ۱۰، صفحہ ۳۲۷۶). بعض احادیث کے مطابق رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس جملے کو تین بار دہرایا: "علی، فاطمہ اور انکے دو بچے" (حسکانی، شواہد التنزیل، صفحہ ۱۳۲)۔

حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے لوگوں کو خطبہ دیا: امام زین العابدین روایت کرتے ہیں کہ حسن بن علی نے علی کی شہادت کے موقع پر لوگوں کو خطبہ دیا، انہوں نے خدا کی حمد و ثنا کی اور پھر فرمایا: میں ان اہل بیت میں سے ہوں جن کی مودت، خدا نے تمام مسلمانوں پر واجب فرمائی ہے، اور خدا نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: «قُلْ لاَأَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلاّ الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبی وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيها حُسْناً»، وہ نیک عمل، ہم اھل بیت کی مودت ہے۔ (نیشابوری، المستدرک، ج ۳، ص ۱۷۲). اس روایت میں قربیٰ کا مفہوم اہل بیت تک بڑھایا گیا ہے۔

ج ۲۵، ص۱۶) . اس روایت میں قربت کا تصور دوسرے گروہ پر لاگو کیا گیا ہے، یعنی اصحاب کساء کے علاوہ پر۔

جہالت اور گمراہی سے بچائے اور اس وقت اس آیت کا اطلاق امام زمانہ (عجل اللہ تعالی فرجہ الشریف) پر لاگو ہوگا۔

عبداللہ بن عجلان کہتے ہیں کہ میں نے امام ابو جعفر (باقر) سے اس آیت کے بارے میں پوچھا: «قُلْ لاأَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلاّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى. "انہوں نے فرمایا: "یہ وہ آئمہ ہیں جو صدقہ نہیں کھاتے۔ اور صدقہ انکے لیے حلال نہیں۔" (حویزی، تفسیر نور الثقلین، جلد ۴، صفحہ ۵۷۱) اس روایت میں تمام ائمہ اطہار علیہم السلام پر قربیٰ کا اطلاق ہوا ہے۔ امام باقر علیہ السلام کی ایک اور روایت میں آیا ہے کہ: "ابی جعفر علیہ السلام سے اللہ تعالی کے اس قول میں ہے: "«قُلْ لاأَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْراً إِلاّ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبى. کہ آپ نے فرمایا: "وہ تمام ائمہ علیہم السلام ہیں۔" (حویزی، تفسیر نور الثقلین، جلد ۴، صفحہ ۵۷۳) . ان دو حدیثوں میں دو اماموں سے مقصود دو معصوم امام (علیہم السلام) ہیں. اور ان دو روایتوں. میں واضح طور پر "القربی" کا دوسرے معصوم ائمہ (علیہم السلام) سے عام ہونا ثابت کرتی ہیں۔)۔ ان روایات اور ان روایات کہ جو چار لوگوں (علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام) میں "قربیٰ" کو منحصر کرتی ہیں، کے امتزاج سے اس طرح سے ہے کہ آیت کریمہ کے نزول کے وقت، خاص طور پر یہ چار ہستیاں آیت کے مصداق تھے۔ لیکن ان کے بعد آیت کریمہ کا اطلاق دوسرے آئمہ اطہار علیہم السلام پر منطبق اور تاویل ھوتا ہے. اصطلاحا یہ کہہ سکتے ہیں کہ آیت کریمہ کا نزول ان چار لوگوں کے لیے مخصوص ہے اور اس کی تفسیر دوسرے سارے معصوم ائمہ علیہم السلام کے لیے ہے۔

ان روایات کے راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ، آپ کے اہل خانہ سے، جیسے امام علی (آلوسی، ۲۹)، امام حسن (نیشابوری، المستدرک، ج ۳، ص ۱۷۲؛ سخاوی، استجلال افصال الغرف، ج ا، ص ۳۳۱)، اور امام زین العابدین علیہ السلام (بقائی، نظم) الدار، جلد ۶، صفحہ ۶۲۴) اور صحابہ وتابعین میں سے جیسے ابن عباس، ابن ابی حاتم، تفسیر القرآن العظیم، ibid.، جابر (ابی نعیم اصباحی، جلد ۳)، صفحہ ۲۰۱۹)، عبداللہ بن مسعود (حواشی، شواہد التنزیل، جلد ۲، صفحہ ۱۳۱)، سعید بن جبیر (عمادی، تفسیر بی سعود، جلد ۶، ص۱۶)، سعدی (حسکانی، عبید۔)، عمر اور ابن شعیب (طبری، ibid.) اور دیگر۔ ابن عباس کی مشہور حدیث حکیم حسکانی (متوفی ۴۷۱ھ) نے "آٹھ" مختلف طریقوں سے لایا ہے۔ اور شواھد التنزیل، کتاب میں آیتِ مودت کے ذیل میں نقل کیا ہے۔

وسلم کے رشتہ دار ہیں۔" (طبری، جامع البیان، جلد ۱۳، صفحہ ۲۵)۔

ہے۔

آل رسول (علیہم السلام) کی مودت پر اصحاب کی بیعت:

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: آمین" (حلیات الاولیاء، جلد ۳، صفحہ ۲۰۱)۔

مقابلے میں چوکنہ اور چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔

اہل بیت علیہم السلام سے والہانہ عشق و محبت کے آثار و نتائج:

ہے: «وَ مِنْ آیاتِہِ أَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِنْ أَنْفُسِکُمْ أَزْواجاً لِتَسْکُنُوا إِلَیْہا وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَوَدَّۃً وَ رَحْمَۃً إِنَّ فی ذالِکَ لَآیاتٍ لِقَوْمٍ یَتَفَکَّرُونَ» (روم،۲۱).

سے بعض کا تذکرہ کیا جاتا ہے:

۱۔ راہ خدا میں شہادت:

عَلَی حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ ماتَ شَہِیداً»؛جو آل محمد کی محبت میں مرے وہ شہید ہو کر مرا۔

خود شہادت کی بات کی ہے اور یہ اہل بیت کے چاہنے والوں کے لیے بہت بڑی بشارت ہے۔

۱۔خدا کی طرف سے بخشے ہوئے:

ہے کہ: "اَلاَ وَ مَنْ ماتَ عَلیٰ حُبِّ آلِ محمدا ِ ماتَ مغفورًا" یہ تعبیر، عاشقان اہل بیت کے لیے استعمال ہوئی ہے، اور یہ

کہ اہل بیت علیہم السلام کی محبت کی بدولت انسانوں سے تعلق رکھتا ہے۔

۳-تائب مرنا:

السلام کی محبت میں مرے گا۔

۴-کامل ایمان کیساتھ وفات:

اس سے بڑی سعادت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

۵-ملک الموت اور قبر کے فرشتوں کی طرف سے جنت کی بشارت:

کے لیے آسان ہو جاتے ہیں۔

۶-آسمانی دلہن کی طرح:

خوشی کے گھر سے محروم نہ ہو تا کہ دونوں جہانوں کی سعادت کو پاسکے۔

۷-قبر میں جنت کا دروازہ کھلنا:

کی گئی ہے۔اور اس کا انجام دوسروں سے مختلف ہو گا۔

۸- مومن کی قبر کو رحمت کے فرشتوں کا مزار بنانا:

اس طرح عزت بخشی ہے، اس لیے ضروری ہے کہ دنیا میں ایسی زندگی اور اقدار کو یقینی بنانے کے لیے کوشش کریں

رسوائی سامنانہ کرنا پڑے.

۹-سنتِ نبوی اور امتِ مسلمہ کے مطابق مرنا:

اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ہٹاتی، بلکہ یہ تسلیم کی حالت میں اور اولیاء الہی کے ساتھ خاتمہ بالخیر تک لے جاتی ہے۔

۱۰-خدا کی رحمت کی امید رکھنا

کا جملہ لکھا ہوا میدان محشر میں حاضر ہوں گے: "«أَلَا وَ مَنْ مَاتَ عَلَى بُغْضِ آلِ مُحَمَّدٍ جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مَكْتُوبٌ بَيْنَ عَيْنَيْهِ

کے دن مایوسی کی حالت میں حاضر ہو گا۔آلِ محمد کی عداوت اور دشمنی رکھ کر مرنا آخرت کو برباد کر دیتا ہے۔

۱۱- کفر کی موت سے نجات:

ہے، کہ قیامت کے دن بھی کفر کی حالت میں حاضر ہونا ہے

۱۲- جہنم سے نجات:

الکشف والبیان، ج۸، صفحہ ۳۱۴)۔

اسی طرح فخر رازی (متوفی ۶۰۴ھ) نے اپنی تفسیر میں اس حدیث کا اضافہ کیا ہے، وہ لکھتے ہیں: "صاحب کشاف روایت کرتے ہیں: «روی صاحب الکشاف: أنہ لما نزلت ہذہ الآیۃ قیل یا رسول اللہ من قرابتک ہؤلاء الذین

وجبت علينا مودتهم؟ فقال علي و فاطمة و ابناهما، فثبت أن هؤلاء الأربعة أقارب النبي صلى الله عليه و سلّم و إذا ثبت هذا وجب أن يكونوا مخصوصين بمزيد التعظيم و يدل عليه وجوه:

الأول: قوله تعالى: إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَى؛

الثاني: لا شك أن النبي صلى الله عليه و سلّم كان يحب فاطمة عليها السلام قال صلى الله عليه و سلّم: «فاطمة بضعة مني يؤذيني ما يؤذيها» وثبت بالنقل المتواتر عن رسول الله صلى الله عليه و سلّم أنه كان يحب عليا و الحسن و الحسين و إذا ثبت ذلك وجب على كل الأمة مثله لقوله وَ اتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ [الأعراف: ۱۵۸] و لقوله تعالى: فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ [النور: ۶۳] و لقوله قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ [آل عمران: ۳۱] و لقوله سبحانه لَقَدْ كانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [الأحزاب: ۲۱]؛

الثالث: أن الدعاء للآل منصب عظيم و لذلك جعل هذا الدعاء خاتمة التشهد في الصلاة و هو قوله اَللّٰهمّ صلِّ علىٰ محمدٍ و علىٰ آلِ محمدٍ و ارْحَم محمدًا و آلَ محمدٍ، و هذا التعظيم لمْ يوجَد في حقِ غيرِ الآل، فكلّ ذلك يدل على أن حب آل محمد واجب، و قال الشافعي رضي الله عنه: يا راكِباً قِف بِالمُحصَّبِ مِن مِنىً وَاهتِف بِقاعِدِ خَيفِها وَالناهِضِ سَحَراً إِذا فاضَ الحَجيجُ إِلى مِنىً فَيضاً كَمُلتَطِمِ الفُراتِ الفائِضِ إِن كانَ رَفضاً حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ فَليَشهَدِ الثَقَلانِ أَنّي رافِضي» (فخر رازی، تفسیر الکبیر، ج ۲۷، ص ۱۶۷).

ہوں۔

۱۳۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت سے محروم ہونا:

ہے۔: «ومن مات على بغض آل بيتي، فلا نصيب له في شفاعتي»؛ جو دنیا سے جائے اور اس کے دل میں میرے

القرآن، ج١٦، ص٢٣) .

١٤-اہل بیت (علیہم السلام) کی مودت و محبت کے بغیر نجات کا کوئی امکان نہیں:

ہیں: : «لَو أنَّ عَبدًا عَبدَ الله بَینَ الصَّفا وَالمَروَةِ ألفَ عامٍ ، ثُمَّ ألفَ عامٍ ، ثُمَّ ألفَ عامٍ ، ثُمَّ لَم یُدرِک مَحَبَّتَنا لَأکَبَّهُ الله

علی)، ج١، ص١٣٢ و١٨٢) . ابن عساکر نے اس روایت کو ابوامامہ باہلی سے روایت کیا ہے۔

کی مودت کے چند آثار کو اخذ کیا جاسکتا ہے جیسے :

١٥-ایمان کی توفیق:

ساتھ نئی زندگی ملتی ہے . اور انسان کو سعادتمند بناتا ہے۔

١٦-نیک عمل کی توفیق:

قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں۔

۱۷-جنت کے باغات:

وَعَمِلُوا الصّالِحاتِ فِي رَوْضاتِ الجَنّاتِ لَهُمْ». اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں ان کے لیے جنات کے باغات ہیں۔

۱۸-خواہشات کا حصول:

حقیقی، واقعی حکومت حاصل کر لیتا ہے۔

۱۹- فضل کبیر:

کیا ہے؟ اس اثر کی تعریف اب الفاظ سے نہیں کی جا سکتی، لیکن اسے دیکھا، چھوا اور تجربہ کیا جا سکتا ہے اور یہ الفاظ کے قالب میں بیان نہیں ہو سکتا۔

۲۰-اعمالِ صالح کی توفیق:

یَقْتَرِفْ حَسَنَۃً''۔ نیکی کو قربی کی مودت سے حاصل کیا جا سکتا ہے.

۲۱- عمل کی حفاظت اور سرمائے و فنڈز میں اضافہ:

دھو کے کے، کیا جاتا ہے۔

۲۲-خدا کی بخشش اور مغفرت:

موجودہ آثار میں سے ایک کہا جا سکتا ہے: "اِنَّ اللہ غفورٌ"؛ اللہ بخشنے والا ہے۔

ہے۔

۲۳- شکرِ الٰہی:

فضل و کرم کا مستحق قرار دیا ہے۔

حسنہ سے مراد:

آیت کے تسلسل میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "«وَمَنْ يَقْتَرِفْ حَسَنَةً نَزِدْ لَهُ فِيهَا حُسْناً إِنَّ اللهَ غَفُورٌ شَكُورٌ»" (شوری، ۲۳) اور جو کوئی نیکی کماتا ہے، ہم اسکی نیکی میں اضافہ کرتے ہیں۔ یہ وہی فائدہ ہے جسکی طرف یہ آیت "«قُلْ ما سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ»" (سبا، ۴۷) اشارہ کر رہی ہے۔ دوسرے لفظوں میں اہل بیت علیہم السلام کے ساتھ مودت کا سود ۱۰۰٪ سو فیصد امت کو لوٹایا جاتا ہے وہ بھی زیادہ سود کے ساتھ۔ بزرگانِ دین و مذہبی رہنماوں کی روایتیں جیسے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام، (نیشابوری، المستدرک، ج ۳، ص ۱۷۲)، ابن عباس (سیوطی، الدر المنتظر، ج ۷، ص ۳۴۸؛ محمد عاطفش، تیسیر التفسیر، ج ۱۱، ص ۴۸۲)، اور سدی (حسکانی، شواهد التنزیل، جلد ۲، ص ۱۴۹؛ ابن مغازلی، مناقب، ص ۳۱۶) میں نقل ہوا ہے کہ "کسبِ حسنۃ" سے مراد آلِ محمد کی مودت ہے، اور اہل بیت کی اس دوستی کی وجہ سے خدا ان کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور (حسنہ) ان نیکیوں کہ جو وہی مودت ہے کا شکریہ ادا کرتا ہے (ماوردی، النقت والعیون، جلد ۵، صفحہ ۲۰۲) یہ نیکی بہت قیمتی ہے، جس کے پاس یہ نیکی ایک دن کے لیے ہو ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ جیسا کہ بعض اہل سنت علماء نے ایک دلچسپ روایت بیان کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ''حبّ آل محمد یوماً خیر من عبادة سنۃ'' (ھیتمی، الصواعق المحرقہ)، ص ۷۱؛ ابن صباغ مالکی، الفصول المهمۃ، ص ۲۷)؛ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوستی کا ایک دن ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

آیت مودت کے بارے میں ابن تیمیہ کی اہم ترین شبھہ کا تجزیہ:

ہیں:

جھوٹی حدیث:

۔(۲۸)

جائزہ

ابن تیمیہ کے دعوے کے برخلاف یہ حدیث صحیح السند اور معتبر ہے اہل سنت کے دانشوروں کے نزدیک. اور شیعہ علماء بھی اس کی سند پر متفق ہیں۔ اہل سنت کے بہت سے مفسرین اور محدثین ابن تیمیہ کی پیدائش سے سینکڑوں پہلے اس حدیث کو اپنی تفسیری، حدیثی اور تاریخی کتابوں میں لائے ہیں۔ اور انہوں نے اس حدیث کو قبول کیا ہے، جو یہ ہیں: جناب امام احمد بن حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) نے اپنی کتاب فضائل الصحابہ، جلد ۲، ص۶۶۹۔ جناب ابن ابی حاتم (متوفی ۳۶۰ھ) تفسیر القرآن العظیم جلد ۱۰ صفحہ ۳۲۷۶۔ اہلِ سنت کے عظیم محدث جناب طبرانی (متوفی ۳۶۰ھ) المعجم الکبیر، جلد ۳، ص ۴۷، ہجری ۲۶۴۱؛ میں۔ محترم امام واحدی (متوفی ۴۶۸ھ) کتاب الوسیط فی تفسیر القرآن المجید، جلد ۴، صفحہ ۵۲، جناب ثعلبی (متوفی ۴۲۷ھ) کتاب الکشف والبیان میں، جلد ۸، صفحہ ۳۱۰؛ جناب حاکم حسکانی (متوفی ۴۷۱ھ) نے اس حدیث کو آٹھ مختلف طریقوں سے روایت کیا (شواھد التنزیل، جلد ۲، صفحہ ۳۱۰)؛

جناب ابن مغازلی (متوفی ۴۸۳ھ) کتاب مناقب ص ۳۰۹ میں؛ جناب زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ) تفسیر الکشاف میں، ج ۳، ص ۴۰۲؛ جناب ابن عطیہ اندلسی (متوفی ۵۴۶ھ) کتاب المحرر الوجیز جلد ۵ ص ۳۴۔ جناب ابن جوزی (متوفی ۵۹۷ھ) کتاب زاد المسیر میں، جلد ۷، ص ۱۱۷؛ محترم امام فخر رازی (متوفی ۶۰۴) کتاب التفسیر الکبیر میں، جلد ۲۷، صفحہ ۱۶۷؛ جناب امام قرطبی (متوفی ۶۷۱ھ) تفسیر الجامع لاحکام القرآن، ج ۱۶، ص ۲۲؛ میں۔ امام نسفی (متوفی ۷۱۰ھ) تفسیر النسفی میں، ج ۳، ص ۲۵۳؛ اور جناب نظام الدین نیشابوری (متوفی ۷۲۸ھ) نے اپنی کتاب تفسیر غرائب القرآن جلد ۶ صفحہ ۷۴ میں نقل کیا ہے۔ اور بعض اہل سنت علماء نے حدیث کی سند بیان کی ہے (شافعی، مطبع الصوال، ص: ۸؛ ہیثمی، مجمع الزوائد، ج ۷، ص ۱۰۳)۔

کچھ اور روایتیں جنہوں نے اہل بیت علیہم السلام کا بطور "قربی" کا تعارف کرایا ہے وہ عظیم ہستیاں جیسے امام علی (آلوسی،.ibid)، امام حسن (حکیم نیشابوری،.ibid)، امام زین العابدین سے ہیں (علیہ السلام) (ابن جریر طبری)، ابن عباس (ابن ابی حاتم،.ibid)، جابر بن عبداللہ انصاری (ابن نعیم اصبھانی،.ibid)، عبداللہ بن مسعود (حواشی شواھد التنزیل)، سعید بن جبیر (سیوطی،.ibid)، عمر اور ابن شعیب (ابن جریر الطبری،.ibid. اور سدی (حسکانی، .ibid) میں نقل کیا گیا ہے. واضح رہے کہ دیگر اہل سنت علماء کے بہت سے شبہات ابن تیمیہ کے ان الفاظ سے پیدا ہوئے اور پھیلے ہیں اور ان سب کے لیے یہی جواب کافی ہے۔

خلاصہ

لیے نجات اور دونوں جہانوں کی سعادت کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

شاخسانہ ہیں، اور پھر دوسری کتابوں میں بھی سرایت کر گئے۔

منابع

قرآن الکریم؛

المصریة، ۱۹۹۹م؛

ابن تیمیہ الحرّانی الدمشقی، منہاج السنة النبویّة فی نقض کلام الشیعة والقدریة، قاہرہ، مکتبة ابن تیمیہ، ۱۹۹۸؛

ابن صباغ مالکی، الفصول المہمہ، موسسہ الاعلمی لمطبوعات، بیروت، ۱۹۹۸م؛

ابن عطیّہ اندلسی، المحرّر الوجیز، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۶م؛

ابن مغازلی (متوفای ۴۸۳ق) در کتاب مناقب، ص ۳۰۹)؛

احمد بن حنبل، فضایل الصحابہ، موسسة الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۳م؛

اصبہانی، ابی نعیم، *حلیة الاولیاء وطبعات الاصفیاء*، دارالکتاب العربی، بیروت، ۱۹۸۷م؛

اطفیش، محمد بن یوسف، تیسیر التفسر للقرآن الکریم، [بی نا]، [بی جا]، ۱۹۱۸م؛

آلوسی، سید محمود، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، تہران، جہان؛

بشوی، محمد یعقوب، حقوق اہل بیت در تفاسیر اہل سنت، قم، انتشارات بین المللی المصطفیٰ، ۱۳۸۷ش،

بقاعی، ابی الحسن ابراہیم، نظم الدرر فی تناسب الایات والسور، دارالکتاب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۵م؛

ابن کثیر دمشقی، تفسیر القرآن العظیم، بیروت، دارالمعرفة، ۱۹۸۷م؛

ثعلبی، احمد، تفسیر الکشف والبیان، بیروت، داراحیاء التراث العربی، ۲۰۰۲م؛

حاکم نیشابوری، المستدرک علی الصحیحین، بیروت، دارالمعرفة؛

حویزی، عبد علی بن جمعہ، تفسیر نور الثقلین، قم، اسماعیلیان: ۴، ۱۴۱۵ق؛

رازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر، بیروت، دارالفکر، ۱۹۸۵؛

زمخشری، احمد، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، بیروت، دارالمعرفۃ؛

بیروت، ۲۰۰۰م؛
سیوطی، جلال الدین، الدر المنثور فی التفسیر المأثور، بیروت، دارالفکر، ۱۹۹۳م؛

شافعی، محمد، مطالب السؤول فی مناقب آل رسول، موسسۃ البلاغ، بیروت، ۱۹۹۹م؛
طبرانی، سلیمان، المعجم الکبیر، داراحیاء التراث العربی، [بی تا]، [بی جا].
طبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تأویل آی القرآن، دارالفکر، ۱۹۸۸؛

طنطاوی، التفسیر الوسیط للقرآن الکریم، قاہرہ، دارالمعارف؛
عبدالرحمٰن بن جوزی، زاد المسیر، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۲۰۰۰م؛

عمادی، محمد، تفسیر ابی السعود (ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم)، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۹م؛

قرطبیّ، محمّد بن احمد، الجامع لاحکام القرآن، بیروت، داراحیاء التراث العربی؛

ماوردی، علی، النکت والعیون (تفسیر الماوردی)، مصر، الہیئۃ المصریۃ العامّۃ للکتاب، ۱۹۷۹م؛

نسفی، عبداللہ، تفسیر النسفی (مدارک التنزیل وحقائق التأویل)، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۵م؛
نیشابوری، نظام الدین، غرائب القرآن ورغائب الفرقان، بیروت، دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۶م؛

ہیتمی، احمد بن حجر شافعی، الصواعق المحرقۃ فی الردّ علی اہل البدع والزندقۃ، قاہرۃ، مکتبۃ القاہرۃ، ۱۹۶۵م؛

ہیثمی، نورالدین، *مجمع الزوائد ومنبع الفوائد*، دارالکتاب العربیۃ، بیروت، ۱۹۹۸م.

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا: عورتوں کے لیے اسوہ

سیدہ صابرہ فاطمہ[1]، ڈاکٹر سید محمد علی عون[2]

اشاریہ

یہ مقالہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی شخصیت، تعلیمات، اور مظلومیت پر روشنی ڈالتا ہے، جو اسلامی تاریخ میں ایک منفرد اور مثالی مقام رکھتی ہیں۔ حضرت فاطمہ (س) کی زندگی اور اقوال ہمیں روحانی، اخلاقی، اور معاشرتی پہلوؤں میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ اس مقالے میں قرآن و حدیث کے مستند حوالہ جات کے ذریعے ان کی اہمیت، علم و دانش، صبر و استقامت، اور معاشرتی انصاف کی تعلیمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔

مقالے میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ حضرت فاطمہ (س) کی مظلومیت کی وجوہات میں فدک کی زمین کا مسئلہ، اہل بیت کے حقوق کی پامالی، اور ظلم و ستم کا سامنا شامل ہیں۔ اس کے علاوہ، ان کی احادیث کو بھی پیش کیا گیا ہے، جو ان کی تعلیمات کی اہمیت اور ان کے عملی نمونہ کی عکاسی کرتی ہیں۔

تحقیق کے اس طریقہ کار میں تاریخی متون، احادیث، اور اسلامی تعلیمات کا تجزیہ کیا گیا ہے تاکہ حضرت فاطمہ (س) کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو سمجھا جا سکے اور ان کی تعلیمات کو جدید دور میں اپنانے کی ضرورت کو اجاگر کیا جا سکے۔ یہ مقالہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ حضرت فاطمہ (س) کی زندگی اور تعلیمات آج بھی مسلمانوں کے لئے رہنمائی کا ذریعہ ہیں اور ہمیں اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی ترغیب دیتی ہیں۔

کلیدی الفاظ: حضرت فاطمہ زہرا (س)، قرآن، حدیث، اسوہ، تعلیمات

---

[1] طالب علم، کارشناسی، قرآن و حدیث، دانشگاه مجازی المصطفی (ص)
[2] عضو هیات علمی، جامعه المصطفی (ص) العالمیه، قم، ایران

مقدمہ

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری بیٹی، اسلامی تاریخ کی ایک منفرد اور مثالی شخصیت ہیں۔ ان کی زندگی اور تعلیمات نے نہ صرف مسلمانوں بلکہ پوری انسانیت کے لیے رہنمائی فراہم کی ہے۔ حضرت فاطمہ (س) کی شخصیت میں موجود روحانی، اخلاقی، اور معاشرتی پہلو انہیں عورتوں کے لیے ایک بہترین اسوہ بنا دیتے ہیں۔ یہ مقالہ حضرت فاطمہ (س) کی زندگی، ان کے کردار، اور ان کی تعلیمات پر روشنی ڈالے گا.

حضرت فاطمہ (س) کا مقام

حضرت فاطمہ (س) کو اسلامی معاشرت میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کی فضیلت کو واضح کیا ہے:

«إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا» (سورہ احزاب: ۳۳)

یہ آیت اہل بیت کی پاکیزگی اور ان کے مقام کی وضاحت کرتی ہے۔ حضرت فاطمہ (س) کو «سیدہ نساء العالمین» یعنی «عورتوں کی سردار» کا لقب بھی دیا گیا ہے، جو ان کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔ رسول اللہ (ص) نے فرمایا:

«فاطمہ (س) میرے دل کا ٹکڑا ہے، جو انہیں ناراض کرے، وہ مجھے ناراض کرتا ہے»

(صحیح بخاری: ج ۴، ص ۳۵۲)

یہ الفاظ حضرت فاطمہ (س) کی اہمیت اور مقام کو واضح کرتے ہیں۔

حضرت فاطمہ (س) کی شخصیت کے پہلو

علم و دانش

حضرت فاطمہ (س) کی شخصیت میں علم و دانش کا ایک خاص مقام ہے۔ انہوں نے اپنے والد رسول اللہ (ص) سے علم حاصل کیا اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی گزاری۔ امام علی (ع) نے فرمایا:

«فاطمہ (س) علم کا دروازہ ہیں» (مناقب آل ابی طالب: ج ا، ص ۲۵۲)

حضرت فاطمہ (س) کی علمی قابلیت نے انہیں معاشرے میں ایک خاص مقام عطا کیا، اور ان کے اقوال اور اعمال آج بھی ہمیں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

صبر و استقامت

حضرت فاطمہ (س) نے اپنی زندگی میں بہت سی مشکلات کا سامنا کیا، لیکن انہوں نے کبھی بھی صبر و استقامت کا دامن نہیں چھوڑا۔ ان کی زندگی کا یہ پہلو ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ مشکلات کے باوجود ہمیں اللہ پر یقین رکھنا چاہئے۔ ایک حدیث میں آیا ہے:

«فاطمہ (س) نے اپنے والد سے کہا: میری قوم نے مجھے چھوڑ دیا» (الاحتجاج: ج ا، ص ۲۵۹)

یہ الفاظ ان کی مظلومیت اور صبر کی عکاسی کرتے ہیں۔

اخلاقی اقدار

حضرت فاطمہ (س) کی زندگی میں اخلاقی اقدار کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ انہوں نے ہمیشہ صداقت، انصاف، اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھا۔ رسول اللہ (ص) نے فرمایا:

«فاطمہ (س) میرا حصہ ہیں، جو انہیں ناراض کرے، وہ مجھے ناراض کرتا ہے»

(صحیح بخاری: ج ۴، ص ۳۵۲)

یہ حدیث اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ (س) کی شخصیت میں اخلاقی عظمت موجود تھی۔

حضرت فاطمہ (س) کی تعلیمات

حضرت فاطمہ (س) کی تعلیمات ہمیں مختلف پہلوؤں میں رہنمائی فراہم کرتی ہیں:

عبادت و بندگی

حضرت فاطمہ (س) کی زندگی میں عبادت کا ایک خاص مقام ہے۔ انہوں نے اللہ کی عبادت کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ ایک حدیث میں آیا ہے:

«فاطمہ (س) رات کو نماز پڑھتی تھیں اور اپنے رب سے دعا کرتی تھیں»

(مناقب آل ابی طالب: ج ۲، ص ۲۴)

یہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ عبادت کی اہمیت کو اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہیئے۔

حقوق و انصاف

حضرت فاطمہ (س) نے ہمیشہ حقوق کی پاسداری کی اور معاشرتی انصاف کے لئے آواز بلند کی۔ انہوں نے یتیموں، مسکینوں، اور مظلوموں کی حمایت کی۔ ایک حدیث میں ہے:

«جو شخص یتیم کا مال کھائے، وہ اللہ کے ساتھ جنگ کرتا ہے» (سنن ابی داؤد: ج ۳، ص ۲۵۷)

یہ تعلیم ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ہمیں معاشرتی انصاف کے لئے جدوجہد کرنی چاہیئے۔

صلہ رحم

حضرت فاطمہ (س) نے ہمیشہ اپنے خاندان اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ انہوں نے صلہ رحم کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے:

«صلہ رحم کرنے والے کو اللہ کی رحمت ملتی ہے» (صحیح مسلم: ج ۳، ص ۱۲۰)

یہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہمیں اپنے رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے۔

حضرت فاطمہ (س) کا کردار

معاشرتی اصلاح

حضرت فاطمہ (س) نے اپنی زندگی میں معاشرتی اصلاح کے لئے جدوجہد کی۔ انہوں نے اپنے والد کے ساتھ مل کر اسلام کی تبلیغ کی اور معاشرتی برائیوں کے خلاف آواز بلند کی۔ ان کا یہ کردار ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہر مسلمان کو معاشرتی بہتری کے لئے کوشش کرنی چاہیے۔

خواتین کے حقوق

حضرت فاطمہ (س) نے خواتین کے حقوق کی پاسداری کی اور ان کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ انہوں نے اپنی زندگی میں یہ ثابت کیا کہ خواتین کو تعلیم، حقوق، اور معاشرتی مقام حاصل ہے۔ ان کی مثال آج کی خواتین کے لیے ایک مشعل راہ ہے۔

نمونہ عمل

حضرت فاطمہ (س) کی زندگی اور ان کے اقوال آج بھی مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ عمل ہیں۔ ان کی شخصیت میں موجود تمام خصوصیات ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ ہمیں اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنا چاہیے۔

حضرت فاطمہ (س) کی مظلومیت اور امت اسلامی کی عدم توجہ

مظلومیت کی وجوہات

حضرت فاطمہ (س) کی مظلومیت کی کئی وجوہات ہیں، جن میں سے چند اہم پہلو درج ذیل ہیں:

فدک کی زمین کا مسئلہ

حضرت فاطمہ (س) نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں فدک کی زمین کے حق کے لئے جدوجہد کی۔ یہ زمین حضرت فاطمہ (س) کو رسول اللہ (ص) کی طرف سے عطا کی گئی تھی، لیکن بعد میں اس حق سے محروم کر دیا گیا۔ اس بارے میں حضرت فاطمہ (س) نے فرمایا:

«میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ وہ فرماتے تھے: 'فدک میری بیٹی فاطمہ کے لئے ہے»

(الاحتجاج: ج ۱، ص ۲۵۸)

اہل بیت کے حقوق کی پامالی

حضرت فاطمہ (س) کی مظلومیت کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ ان کے اہل بیت کے حقوق کی پامالی کی گئی۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے خاندان کے حقوق کی پاسداری کی کوشش کی، لیکن انہیں اکثر نظرانداز کیا گیا۔ رسول اللہ (ص) نے فرمایا:

«میں اہل بیت کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا ہوں» (صحیح مسلم: ج ۱، ص ۲۷)

ظلم و ستم کا سامنا

حضرت فاطمہ (س) نے اپنی زندگی میں مختلف قسم کے ظلم و ستم کا سامنا کیا۔ ان کے شوہر امام علی (ع) کو بھی سیاسی مسائل کی وجہ سے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت فاطمہ (س) نے دین کے تحفظ اور ولایت کی

پاسداری کے لئے آخری وقت تک امام علی علیہ السلام کی حمیات کرتی رہیں اور اسی حمایت کی وجہ سے آپ پر ظلم ہوا اور آپ کے گھر کو آگ لگائی گیئ اور جناب محسن (ع) کو شکم میں شہید کر دیا گیا. انا للہ وانا الیہ۔

ایک حدیث میں آیا ہے:

«فاطمہ (س) نے اپنے والد سے کہا: "میری قوم نے مجھے چھوڑ دیا» (الاحتجاج: ج ا، ص ۲۵۹)

امت اسلامی کی عدم توجہ

تاریخی پس منظر

امت اسلامی کی عدم توجہ کا ایک اہم سبب تاریخی تناظر میں موجود سیاسی اور سماجی حالات ہیں۔ حضرت رسول خدا (ص) کی وفات کے بعد، اسلامی معاشرے میں جو تبدیلیاں آئیں، اس سے حضرت فاطمہ زہرا (س) اور امام علی (ع) کے حقوق پامال کے گئے اور ان پر ظلم اور ستم ڈھایا گیا. جس کے اثرات تاریخ اور آج بھی دنیا میں ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں.

تعلیمات کی عدم پذیرائی

حضرت فاطمہ (س) کی تعلیمات اور ان کی مظلومیت کے واقعات کو اسلامی تاریخ میں کم اہمیت دی گئی۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض لوگ اپنے سیاسی مفادات کی خاطر ان کی تعلیمات کو نظرانداز کرتے رہے۔

موجودہ دور میں عدم توجہ

آج کے دور میں بھی، حضرت فاطمہ (س) کی مظلومیت اور ان کی تعلیمات کو نظرانداز کیا جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ معاشرتی مسائل میں ان کی تعلیمات کو اپنانے کی بجائے، لوگ روایتی طریقوں پر چلنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

یہاں مناسب ہے کی ہم حضرت زہرا (س) کی تعلیمات کو دیکھیں اور اسے اپنی زندگی میں پیادہ کرنے کی کوشش کریں. ہم یہاں حضرت زہرا (س) سے چند احدث نقل کرتے ہیں جو ہمارے لئے ایک مشعل ہدایت کا کام کرتی ہیں.

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی چالیس احادیث

بہترین جانشین

حضرت فاطمہ (س) نے فرمایا: «اُشہِدُ اللّہ تَعالی لَقَد سَمِعتُہُ (ص) یقولُ: عَلِیٌّ خَیرُ مَن اِخلُفُہُ فیکم، وہُوَ الاِمامُ وَالخَلیفَۃُ بَعدی۔» (کفایۃ الاثر: ص ۱۹۹)

یہ حدیث امام علی (ع) کی فضیلت اور ان کی قیادت کی اہمیت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس حدیث کے ذریعے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ (ص) نے اپنی وفات کے بعد علی (ع) کو اپنا جانشین منتخب کیا۔ حضرت فاطمہ (س) کی یہ گواہی اس بات کی دلیل ہے کہ علی (ع) کی قیادت کا مقام اسلامی معاشرت میں کتنا اہم ہے۔

درود بھیجنے کی فضیلت

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: « قالَ لی رَسولُ اللّہِ (ص) : یا فاطِمَۃُ، مَن صَلّی عَلَیک غَفَرَ اللّہُ لَہُ، والحَقَہُ بی حَیثُ کنتُ مِنَ الجَنّۃِ۔» (کشف الغمّۃ: ج ۲ ص ۹۸)

اس حدیث میں درود بھیجنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، جو اللہ کی مغفرت اور جنت میں مقام کی ضمانت دیتا ہے۔ یہ تعلیم ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ درود بھیجنے کا عمل نہ صرف روحانی فوائد رکھتا ہے بلکہ یہ اللہ کی رحمت کا بھی ذریعہ ہے۔

مؤمن کا نور

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «المُؤمِن یُنظُرُ بنورِ اللّہِ تَعالی۔» (عیون المعجزات: ص ۵۴)

یہ حدیث ایمان کی روشنی کی اہمیت کو اجاگر کرتی ہے، جو مؤمن کی بصیرت کو بڑھاتی ہے۔ مؤمن کی زندگی میں اللہ کا نور اس کی رہنمائی کرتا ہے اور اسے صحیح راستے پر گامزن کرتا ہے۔

پاکدامن عورتوں کی حفاظت

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «جَعَلَ اللہُ... اجتِنابَ القَذفِ حِجاباً عَنِ اللَّعنۃِ۔» (الاحتجاج: ج ۱ ص ۲۵۸ ح ۴۹)

یہ حدیث تہمت سے بچنے کی اہمیت کو بیان کرتی ہے، جو معاشرتی انصاف کی بنیاد ہے۔ پاکدامن عورتوں کی عزت اور ان کے حقوق کا تحفظ کرنا معاشرتی ذمہ داری ہے۔

ایمان کی اہمیت

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «فَرَضَ اللہُ الإیمانَ تَطہیراً مِنَ الشِّرکِ۔» (کتاب من لایحضرہ الفقیہ: ج ۳ ص ۵۶۸ ح ۴۹۴۰)

ایمان کو شرک سے پاکیزہ کرنے کا عمل اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ یہ تعلیم ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ایمان کا اصل مقصد اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنا ہے۔

یتیم کے مال کی حفاظت

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «فَرَضَ اللہُ... تَرکَ...اِکلِ اِموالِ الیتامی اِجارَۃً مِنَ الظُّلمِ۔» (کتاب من لایحضرہ الفقیہ: ج ۳ ص ۵۶۸ ح ۴۹۴۰)

یہ حدیث یتیموں کے حقوق کا تحفظ کرتی ہے، جو معاشرتی انصاف کی علامت ہے۔ یتیموں کی مدد اور ان کے حقوق کا خیال رکھنا اسلامی تعلیمات کا حصہ ہے۔

پیمانے اور ترازو

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «فَرَضَ اللّٰہُ... تَوفِیَۃَ المَکَاییلِ وَالمَوازِینِ تَغییراً لِلبَخسَۃِ.» (کتاب من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۳ ص ۵۶۸ ح ۴۹۴۰)

تجارتی انصاف کی اہمیت کو بیان کرتی ہے، جو معیشت میں شفافیت کو یقینی بناتا ہے۔ یہ تعلیم ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ تجارتی معاملات میں دیانتداری اور انصاف کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

امامت اور اطاعت

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «فَرَضَ اللّٰہُ... الطّاعَۃَ نِظاماً لِلمِلَّۃِ، وَالإمامَۃَ لَمّاً مِنَ الفُرقَۃِ.» (کتاب من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۳ ص ۵۶۸ ح ۴۹۴۰)

یہ حدیث امامت کے نظام کی اہمیت کو بیان کرتی ہے، جو تفرقہ سے بچاتا ہے۔ امامت کا نظام مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں اتحاد اور یکجہتی کا ذریعہ ہے۔

صبر

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «فَرَضَ اللّٰہُ... الصَّبرَ مَعونَۃً عَلَی الاِستیجابِ.» (کتاب من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۳ ص ۵۶۸ ح ۴۹۴۰)

دعا کی قبولیت کے لئے صبر کی اہمیت کو بیان کرتی ہے۔ صبر ایک ایسی خصوصیت ہے جو مؤمن کو مشکلات کا سامنا کرنے میں مدد دیتی ہے۔

صلہ رحم

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «فَرَضَ اللّٰہُ... صِلَةَ الأَرحامِ مَنماةً لِلعَدَدِ۔» (کتاب من لایحضرہ الفقیہ: ج ۳ ص ۵۶۸ ح ۴۹۴۰)

خاندانی روابط کی اہمیت کو بیان کرتی ہے، جو معاشرتی استحکام کا ذریعہ ہے۔ صلہ رحم کا عمل خاندانوں کے درمیان محبت اور اتحاد کو فروغ دیتا ہے۔

روزہ

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «فَرَضَ [اللّٰہُ]... الصِّیامَ تَثبیتاً لِلإِخلاصِ۔» (علل الشرائع: ص ۲۴۸ ح ۲)

روزے کا مقصد اخلاص کو مضبوط کرنا ہے، جو روحانی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ روزہ ہمیں اللہ کے قریب کرتا ہے اور ہمارے دلوں کو پاک کرتا ہے۔

عدل وانصاف

ص ۵۶۸ ح ۴۹۴۰)

فیصلوں میں عدل کی ضرورت کو بیان کرتی ہے، جو معاشرتی سکون کا باعث بنتا ہے۔ عدل وانصاف معاشرتی زندگی کا ایک اہم ستون ہے۔

امر بالمعروف

ص ۵۶۸ ح ۴۹۴۰)

یہ حدیث معاشرتی اصلاح کے لئے امر بالمعروف کی اہمیت کو بیان کرتی ہے۔ امر بالمعروف کا عمل معاشرتی بہتری کا ذریعہ ہے۔

قصاص

ح ۴۹۴۰)

خون ریزی سے بچنے کے لئے قصاص کا نظام، جو انصاف کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ نظام معاشرتی امن کا ضامن ہے۔

نذر پوری کرنا

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «فَرَضَ اللّٰہُ... الوَفاءَ بِالنَّذرِ تَعریضاً لِلمَغفِرَةِ۔» (کتاب من لایحضرہ الفقیہ: ج ۳ ص ۵۶۸ ح ۴۹۴۰)

نذر کا وفا کرنا، جو اللہ کی رضا کا ذریعہ ہے۔ نذر پوری کرنے سے اللہ کی رحمتیں حاصل ہوتی ہیں۔

حج

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «فَرَضَ اللّٰہُ... الحَجَّ تَشییداً لِلدّینِ۔» (کتاب من لایحضرہ الفقیہ: ج ۳ ص ۵۶۸ ح ۴۹۴۰)

دین کی عظمت کے لئے حج کی اہمیت، جو ہر مسلمان پر واجب ہے۔ حج مسلمانوں کے لئے روحانی تربیت کا ذریعہ ہے۔

والدین کے ساتھ نیکی

ص ۵٦۸ ح ۴۹۴۰)

والدین کی رضا کے حصول کا ذریعہ، جو جنت کا دروازہ ہے۔ والدین کی خدمت کرنا ایک عظیم عبادت ہے۔

جہاد

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «فَرَضَ اللّٰہُ... الجِہادَ عِزّاً لِلاِسلامِ۔» (کتاب من لایحضرہ الفقیہ: ج ۳ ص ۵٦۸ ح ۴۹۴۰)

اسلام کی عزت و سربلندی کے لئے جہاد کی ضرورت، جو ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔ جہاد کا مقصد اسلام کی حفاظت کرنا ہے۔

نماز

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «فَرَضَ اللّٰہُ... الصَّلاۃَ تَنزیہاً عَنِ الکبرِ۔» (کتاب من لایحضرہ الفقیہ: ج ۳ ص ۵٦۸ ح ۴۹۴۰)

نماز کے ذریعے تکبر سے بچنے کی اہمیت، جو روحانی پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ نماز اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرتی ہے۔

دعائے بعد از نمازِ ظہر

حضرت فاطمہ (س) اپنی دعائے ظہر میں فرماتی ہیں: «اللّٰھُمَّ إِنّی اِسألک قَولَ التَّوّابینَ و عَمَلَھُم، ونَجاۃَ المُجاہِدینَ وثَوابَھُم۔» (فلاح السائل: ص ۳۱۲ ح ۲۱۲)۔

زکات کی حکمت

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «جَعَلَ اللہُ... الزَّکاۃَ تَزکِیَۃً لِلنَّفسِ، وَنَماءً فِی الرِّزقِ۔» (الاحتجاج: ج ۱ ص ۲۵۸ ح ۴۹)۔

سخاوت

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «قالَ لی اَبی رَسولُ اللہِ (ص): السَّخاءُ شَجَرَۃٌ فِی الجَنَّۃِ وَاَغصانُہا فِی الدُّنیا۔» (دلائل الامامۃ: ص ۷۱ ح ۹)۔

تقوای الہی

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «اِتَّقُوا اللہَ حَقَّ تُقاتِہِ۔» (الاحتجاج: ج ۱ ص ۲۵۹ ح ۴۹)۔

اطاعت از فرامین الہی

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «اَطِیعُوا اللہَ فیما اَمَرَکُم بِہِ وَ [ما] نَہاکُم عَنہُ۔» (الاحتجاج: ج ۱ ص ۲۵۹ ح ۴۹)۔

بخل

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «قالَ لی اَبی رَسولُ اللہِ (ص): اِیاکَ وَالبُخلَ؛ فَاِنَّہُ شَجَرَۃٌ فِی النّارِ۔» (دلائل الامامۃ: ص ۷۱ ح ۹)۔

بخل ایک آفت

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «قالَ لی اَبی رَسولُ اللہِ (ص): اِیاکَ وَالبُخلَ؛ فَاِنَّہُ عاہَۃٌ لا تَکونُ فی کَریمٍ۔» (دلائل الامامۃ: ص ۷۱ ح ۹)۔

شراب سے اجتناب

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «جَعَلَ اللہُ... النَّھی عَن شُربِ الخَمرِ تَنزیھاً عَنِ الرِّجسِ۔» (الاحتجاج: ج ۱ ص ۲۵۸ ح ۴۹)۔

جہاد اور ذکر

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «اِلا اِدُلُّک عَلی شَیءٍ یسیرٍ، واجرُہُ کثیرٌ؟» (مختصر المحاسن المجتمعۃ فی فضائل الخلفاء الأربعۃ: ص ۱۹۲)۔

اصحاب رسول خدا (ص) کی سرزنش

جب لوگوں نے حضرت علی (ع) سے بیعت لینے کے لیے ان کے گھر پر حملہ کیا تو حضرت فاطمہ (س) نے فرمایا: «میں نے تم جیسے بدتر لوگ کبھی نہیں دیکھے!» (الاحتجاج: جلد ۱، صفحہ ۲۰۲)۔

مسجد میں داخل اور خارج ہو کا ذکر اور دعا

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «جب رسول خدا (ص) مسجد میں داخل ہوتے تو یہ دعا پڑھتے...» (سنن ابن ماجہ: ج ۱، ص ۲۵۳)۔

روز غدیر کی یاد دہانی

جب حضرت فاطمہ (س) کو فدک سے محروم کر دیا گیا تو انصار سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: «کیا میرے والد نے غدیر خم کے دن کسی کے لئے کوئی عذر باقی رکھا تھا؟» (الخصال: ص ۱۷۳)۔

امام علی (ع) کی محبت اور دشمنی

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «یہ جبرئیل ہیں جو مجھے خبر دے رہے ہیں کہ حقیقی سعادت مند وہ ہے جو علی (ع) سے محبت رکھے...» (الأمالی للصدوق: ص ۲۴۸)۔

وصیت پیامبر (ص)

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «میں نے اپنے والد (ص) کو بیماری کے دوران یہ فرماتے ہوئے سنا...» (ینابیع المودّۃ: ج ۱، ص ۱۲۴)۔

شیعیان امام علی (ع) جنت میں

حضرت فاطمہ (س) نے فرمایا: «یقین رکھو کہ تم اور تمہارے شیعہ جنت میں ہوں گے۔» (دلائل الامامہ: ص ۶۸)۔

فضائل اہل بیت (ع)

حضرت فاطمہ (س) نے خطبہ فدکیہ میں فرمایا: «ہم (اہل بیت) اس کے مخلوقات میں اس کا وسیلہ ہیں...» (شرح نہج البلاغہ لابن ابی الحدید: ج ۱۶)۔

حضرت فاطمہ (س) کی وصیت امام علی (ع) سے

حضرت فاطمہ (س) نے امام علی (ع) سے وصیت کی: «جب میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں تو اپنے ہاتھوں سے مجھے غسل دینا...» (بحار الانوار: ج ۸۱)۔

حقیقی روزہ

حضرت فاطمہ (س) فرماتی ہیں: «روزے دار کا روزہ رکھنے سے کیا فائدہ، اگر وہ اپنی زبان، کان، آنکھ اور دیگر اعضا کی حفاظت نہ کرے؟» (دعائم الاِسلام: جلد ۱)۔

غدیر خم کی یاد دہانی

حضرت فاطمہ (س) نے انصار و مہاجرین سے فدک کی بابت گفتگو کے دوران فرمایا: «کیا تم غدیر خم کے دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول کو بھول گئے؟» (اِسنی المطالب: صفحہ ۵۰)۔

. حضرت فاطمہ (س) کی تعلیمات کا اثر

حضرت فاطمہ (س) کی احادیث اور ان کی زندگی کے اصول آج بھی مسلمانوں کے لئے رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ ان کی تعلیمات میں روحانی، اخلاقی، اور معاشرتی پہلو شامل ہیں، جو ایک مسلمان کی زندگی میں اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کی تعلیمات کی روشنی میں ہم اپنی زندگی کو بہتر بنا سکتے ہیں اور اسلامی اصولوں کے مطابق چل سکتے ہیں۔

روحانی پہلو

حضرت فاطمہ (س) کی تعلیمات میں روحانی پہلو بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ان کی احادیث میں اللہ کی عبادت، دعا، اور اخلاص کی اہمیت کو بار بار بیان کیا گیا ہے۔ یہ روحانی پہلو ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہماری زندگی کا اصل مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا ہے۔ حضرت فاطمہ (س) کی دعاؤں میں اللہ کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، جو ہمیں روحانی سکون عطا کرتی ہے۔

اخلاقی پہلو

حضرت فاطمہ (س) کی تعلیمات میں اخلاقی پہلو بھی نمایاں ہے۔ ان کی احادیث میں صداقت، انصاف، اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنے کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ یہ اخلاقی اصول ہمیں معاشرتی زندگی میں بہتری

لانے میں مدد دیتے ہیں۔ حضرت فاطمہ (س) کی زندگی میں جو اخلاقی اصول تھے، وہ ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ ہمیں دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے اور معاشرتی برائیوں سے بچنا چاہئے۔

معاشرتی پہلو

حضرت فاطمہ (س) کی تعلیمات میں معاشرتی پہلو بھی شامل ہے۔ ان کی احادیث میں یتیموں کے حقوق، والدین کی خدمت، اور معاشرتی انصاف کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ معاشرتی اصول ہمیں ایک بہتر معاشرہ قائم کرنے کی راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ حضرت فاطمہ (س) نے ہمیشہ یتیموں اور مظلوموں کی حمایت کی اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے آواز اٹھائی۔

. حضرت فاطمہ (س) کی زندگی کا عملی نمونہ

حضرت فاطمہ (س) کی زندگی کا ہر پہلو ہمیں ایک عملی نمونہ فراہم کرتا ہے۔ ان کی زندگی میں موجود مختلف واقعات اور ان کے اقوال ہمیں یہ سکھاتے ہیں کہ ہمیں کس طرح اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق گزارنا چاہئے۔

صبر واستقامت

حضرت فاطمہ (س) نے اپنی زندگی میں بہت سے مشکلات کا سامنا کیا، لیکن انہوں نے کبھی بھی صبر واستقامت کا دامن نہیں چھوڑا۔ ان کی زندگی کا یہ پہلو ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ مشکلات کے باوجود ہمیں اللہ پر یقین رکھنا چاہئے اور صبر کرنا چاہئے۔

علم ودانش

حضرت فاطمہ (س) کی علمی قابلیت بھی ایک اہم پہلو ہے۔ انہوں نے اپنے والد رسول اللہ (ص) سے علم حاصل کیا اور اس علم کو اپنی زندگی میں عملی جامہ پہنایا۔ ان کی تعلیمات میں علم کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے، جو ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے۔

خدمت خلق

حضرت فاطمہ (س) نے ہمیشہ خدمت خلق کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ انہوں نے یتیموں، مسکینوں، اور ضرورت مندوں کی مدد کی اور ان کے حقوق کا خیال رکھا۔ یہ عمل ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ ہمیں اپنی زندگی میں دوسروں کی خدمت کرنی چاہئے اور ان کی مدد کرنا چاہئے۔

. نتیجہ

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی احادیث ہمیں ان کی شخصیت، تعلیمات، اور مقام کی اہمیت کو سمجھنے میں مدد فراہم کرتی ہیں، اور ان کے اقوال و اعمال ایک مثالی زندگی گزارنے کی راہنمائی کرتے ہیں۔ ان کی تعلیمات پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے تاکہ وہ اپنی زندگی کو بہتر بنا سکے اور اللہ کی رضا حاصل کر سکے۔ حضرت فاطمہ (س) کی زندگی ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ہمیں اپنے ایمان کو مضبوط کرنا چاہیے اور اسلامی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے۔ ان کی مظلومیت ایک اہم موضوع ہے جو ہمیں اپنے حقوق کی پاسداری اور مظلوموں کی حمایت کی ضرورت کا احساس دلاتا ہے، جبکہ ان کی شخصیت اور اقوال آج بھی مسلمانوں کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہیں۔ ان کی زندگی اور تعلیمات ایک روشن مثال ہیں جو ہمیں بہتر معاشرتی زندگی گزارنے کی راہنمائی کرتی ہیں، اور ان کی احادیث میں موجود علم و حکمت ہمیں یہ سکھاتی ہیں کہ ہمیں اپنی زندگی کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنا چاہیے اور اپنی روحانی، اخلاقی، اور معاشرتی ذمہ داریوں کو سمجھنا چاہیے۔

حوالہ جات

۱. القران الکریم

۲. ابن ماجہ، محمد بن یزید، شیحا، خلیل مامون، و بوصیری، احمد بن ابی بکر. ۱۴۱۹–۱۹۹۸. سنن إبن ماجة. دار المعرفة. بیروت - لبنان

۳. ابن بابویہ، محمد بن علی، غفاری، علی اکبر، و غفاری، علی اکبر. ۱۳۶۳–۱۴۰۴. من لایحضرہ الفقیہ: جماعة المدرسین فی الحوزة العلمیة بقم. مؤسسة النشر الإسلامی. قم–ایران

۴. ابن بابویہ، محمد بن علی، و بحر العلوم، محمد صادق. بدون تاریخ. علل الشرائع. مکتبة الداوری. قم – ایران

۵. ابن بابویہ، محمد بن علی، و جعفری، یعقوب. ۱۳۸۲. الخصال. نسیم کوثر. قم - ایران

۶. ابن بابویہ، محمد بن علی، و کمرہ ای، محمد باقر. ۱۳۷۶. الأمالی للصدوق. کتابچی. تہران –ایران

۷. ابن حیون، نعمان بن محمد، و فیضی، آصف. ۱۳۸۳–۱۹۶۳. دعائم الإسلام. مؤسسة آل البیت (علیہم السلام) لإحیاء التراث. قم –ایران

۸. ابن شہر آشوب، محمد بن علی، و بقاعی، یوسف. ۱۴۱۲–۱۹۹۱. مناقب آل إبی طالب (ع). دار الأضواء. بیروت –لبنان

۹. ابن طاووس، علی بن موسی. ۱۴۰۶. فلاح السائل. دفتر تبلیغات اسلامی حوزہ علمیہ قم. مرکز انتشارات. قم –ایران

۱۰. الاربلی، علی بن عیسی بن ابی الفتح. ۱۴۲۷، کشف الغمہ فی معرفہ الائمہ، مکتبہ الحیدریہ، بی. جا

۱۱. البانی، محمد ناصر الدین، و ابوداود، سلیمان بن اشعث. ۱۴۲۳–۲۰۰۲. صحیح سنن إبی داود. غراس. کویت

۱۲. بخاری، محمد بن اسماعیل. [بی تا] - [بی جا].. صحیح بخاری.

۱۳. خزاز رازی، علی بن محمد. ۱۴۰۱. کفایہ الاثر فی النص علی الائمہ الاثنی عشر. تحقیق: حسینی کوہکمری. عبد اللطیف. بیدار. قم. ایران

۱۴. خزاز رازی، علی بن محمد، و حسینی کوہکمری، عبد اللطیف. ۱۴۰۱. کفایۃ الاثر فی النص علی الائمۃ الاِثنی عشر. بیدار. قم-ایران

۱۵. دحلان، احمد زینی، وردانی، صالح، و وردانی، صالح. [بی تا]-[بی جا]. اِسنی المطالب فی نجاۃ ِابی طالب. الہدف للاِعلام والنشر.

۱۶. سبحانی تبریزی، جعفر، رسولی، ہاشم، واربلی، علی بن عیسی. ۱۳۸۱. کشف الغمۃ فی معرفۃ الائمۃ. بنی ہاشمی. تبریز-ایران

۱۷. شعرانی، حسین بن عبد الوہاب [بی. تا]. بدون تاریخ. عیون المعجزات. مکتبۃ الداوری. قم—ایران

۱۸. شعرانی، حسین بن عبد الوہاب. [بی تا]. عیون المعجزاتمکتبۃ الداوری. قم-ایران

۱۹. طبرسی، احمد بن علی، و موسوی خرسان، محمد باقر. ۱۴۰۳. الاحتجاج. نشر المرتضی. مشہد مقدس-ایران

۲۰. طبری آملی، محمد بن جریر. ۱۴۱۳. دلائل الاِمامۃ. بنیاد بعثت. مرکز چاپ و نشر. واحد تحقیقات اسلامی. قم—ایران

۲۱. علی بن ابی طالب (ع)، امام اول، ابراہیم، محمد ابوالفضل، و ابن ابی الحدید، عبد الحمید بن ہبہ اللہ. بدون تاریخ. شرح نہج البلاغۃ (ابن اِبی الحدید). ۲۰ج. مکتبۃ آیۃ اللہ العظمی المرعشی النجفی (رہ). قم—ایران

۲۲. مجلسی، محمد باقر بن محمد تقی، مسترحمی، ہدایت اللہ، غفاری، علی اکبر، بہبودی، محمد باقر، مصباح یزدی، محمد تقی، محمودی، محمد باقر، خرسان، محمد مہدی، و دیگران. ۱۴۰۳. بحار الانوار. دار اِحیاء التراث العربی. بیروت—لبنان

۲۳. مسلم بن حجاج، و عبد الباقی، محمد فؤاد. ۱۴۱۲—۱۹۹۱. صحیح مسلم. دار الحدیث. قاہرہ—مصر

قرآن و حدیث کی نگاہ میں عورت کا مقام

شکیلہ بتول[۱]

استاد ڈاکٹر سید عبّاس مہدی حسنی[۲]

تمہید:

قرآن مجید اسلامی تعلیمات کا بنیادی منبع ہے، جس میں انسان کی زندگی کے تمام پہلوؤں کے بارے میں ہدایات موجود ہیں۔ ان ہدایات میں عورت کا مقام اور اس کے حقوق و فرائض کو بھی بڑی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ قبل از اسلام جاہلیت کے دور میں عورت کو نہایت حقیر اور کمتر سمجھا جاتا تھا، اس کی عزت و وقار کی کوئی پرواہ نہیں کی جاتی تھی اور اسے وراثت و معاشرتی حقوق سے محروم رکھا جاتا تھا۔ لیکن اسلام نے عورت کو عزت و مقام بخشا، اسے مرد کے برابر انسانی حقوق عطا کیے اور اس کی فطری صلاحیتوں کے مطابق اس کی ذمہ داریاں متعین کیں۔

یہ مقالہ قرآن کی روشنی میں عورت کے مقام و مرتبے کا تجزیہ کرے گا، اور یہ واضح کرے گا کہ قرآن نے نہ صرف عورت کو عزت و احترام دیا بلکہ اس کے حقوق کی ضمانت بھی فراہم کی۔ قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں یہ تحقیق عورت کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے گی، جیسے کہ عورت کی تخلیق، اس کے معاشرتی حقوق، ازدواجی فرائض، وراثتی حقوق اور دیگر معاملات جن میں قرآن نے عورت کو ایک نمایاں اور باوقار مقام عطا کیا ہے۔

کلید الفاظ: قرآن مجید، اسلامی تعلیمات، ہدایات، عورت، حقوق

---

[۱] ۔بنت الھدی، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ قم، کارشناسی ارشد، علوم حدیث

[۲] استاد راھنما

مقدمہ:

انسانی تاریخ میں عورت کا مقام مختلف ادوار میں مختلف رہا ہے۔ جاہلیت کے دور میں عورت کو معاشرتی، اخلاقی اور قانونی حقوق سے محروم رکھا گیا تھا اور اسے محض ایک اشیاء کی مانند سمجھا جاتا تھا۔ قدیم معاشروں میں، خاص طور پر عربوں میں، عورت کو وراثت کا کوئی حق نہیں دیا جاتا تھا، بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، اور عورت کو مرد کی ملکیت تصور کیا جاتا تھا۔ ایسے ماحول میں قرآن مجید نازل ہوا اور اس نے عورت کے مقام کو بلند کر کے اسے ایک عزت و وقار کے حامل انسان کے طور پر متعارف کروایا۔

اسلام نے معاشرتی اصلاحات کے ذریعے عورت کو مرد کے برابر حقوق عطا کیے اور اسے خاندان اور معاشرے کی ایک اہم رکن قرار دیا۔ قرآن مجید، جو اسلامی تعلیمات کا سب سے بڑا ماخذ ہے، نے عورت کے حقوق و فرائض کو واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ قرآن نے نہ صرف عورت کے معاشرتی اور ازدواجی حقوق کو تحفظ دیا بلکہ اسے روحانی اور اخلاقی اعتبار سے بھی بلند مقام عطا کیا۔ اس نے عورت کی تخلیق، وراثت، شادی، تعلیم، اور دیگر حقوق کا تذکرہ کر کے معاشرے میں اس کے کردار کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے۔

اس مقالے میں، ہم قرآن مجید کی روشنی میں عورت کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیں گے، اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ اسلام نے عورت کو کس طرح ایک باعزت اور بااختیار فرد کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ اس تجزیے میں عورت کی تخلیق، حقوق، فرائض اور قرآن میں موجود مثالی خواتین کے تذکرے پر خاص توجہ دی جائے گی تاکہ اسلام میں عورت کے حقیقی مقام کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔

قرآن میں عورت کی تخلیق اور مساوات

قرآن مجید میں عورت کی تخلیق اور مساوات کا تصور نہایت واضح اور روشن ہے۔ قرآن کریم کے مطابق، مرد اور عورت دونوں کو ایک ہی جنس سے پیدا کیا گیا ہے اور دونوں کی تخلیق میں کوئی فرق نہیں رکھا گیا۔ سورۃ النساء کی پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد و عورت (روئے زمین پر) پھیلا دیے اور اس اللہ کا خوف کرو جس کا نام لے کر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتداروں کے بارے میں بھی (پرہیز کرو)، بے شک تم پر اللہ نگران ہے۔" (النساء: ۱)۔

اس آیت میں مرد اور عورت دونوں کو ایک ہی اصل سے پیدا کرنے کا ذکر ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی تخلیق میں کوئی تفریق نہیں کی گئی اور دونوں کا مقصد زندگی میں یکساں ہے۔

اسی طرح، سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾

"وہی تو ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ (انسان) اس سے سکون حاصل کرے پھر اس کے بعد جب مرد نے عورت کو ڈھانپ لیا (مقاربت کی) تو عورت کو ہلکا سا حمل ہو

گیا جس کے ساتھ وہ چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ حمل بھاری ہوا تو دونوں (میاں بیوی) نے اپنے رب اللہ سے دعا کی کہ اگر تو نے ہمیں سالم بچہ دیا تو ہم ضرور تیرے شکر گزار ہوں گے۔" (الاعراف: ۱۸۹)۔

اس آیت میں بھی عورت اور مرد کے درمیان سکون اور محبت کے تعلق کو بیان کیا گیا ہے اور ان کی تخلیق کے مقصد کو واضح کیا گیا ہے۔

احادیث میں بھی عورت کی تخلیق اور مساوات کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے حضرت حوا کو پیدا کیا گیا۔ اس حدیث کو شیعہ کتب میں بھی نقل کیا گیا ہے، جیسا کہ "بحار الانوار" میں حضرت حوا کی تخلیق کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے (بحار الانوار، جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۶)۔

اس روایت کا مقصد عورت کی تخلیق کو کسی کم تر حیثیت میں دکھانا نہیں، بلکہ مرد اور عورت کے درمیان محبت اور تعلق کو اجاگر کرنا ہے۔

حضرت امام علی علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ "عورتیں تمہاری ہم جنس ہیں، انہیں اپنے ہمسر سمجھو"۔ (نہج البلاغہ، خطبہ ۳۱، صفحہ ۴۹۷)۔

امام علی علیہ السلام کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلامی تعلیمات میں عورت اور مرد کے حقوق و فرائض میں مساوات کا تصور موجود ہے اور دونوں کو انسانی اعتبار سے برابر سمجھا گیا ہے۔

علامہ طباطبائی اپنی تفسیر المیزان میں سورۃ النساء کی پہلی آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ قرآن نے مرد اور عورت دونوں کو ایک ہی جوہر سے پیدا کیا ہے اور دونوں کی روحانی اور انسانی حیثیت برابر ہے (تفسیر المیزان، جلد ۴، صفحہ ۱۳۶)۔

اس تفسیر میں علامہ طباطبائی اس بات کو رد کرتے ہیں کہ تخلیق میں مرد کو کسی قسم کی برتری حاصل ہو، اور وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ دونوں کی تخلیق کا مقصد یکساں ہے۔

شیخ صدوق نے اپنی کتاب "التوحید" میں حضرت علی علیہ السلام سے ایک حدیث نقل کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ عورت اور مرد کی تخلیق ایک ہی مقصد کے تحت ہوئی ہے اور دونوں کا فرض اللہ کی عبادت ہے (التوحید، صفحہ ۲۸۹)۔

اس حدیث میں عورت اور مرد کے درمیان مساوات اور ان کے یکساں مقصد کو بیان کیا گیا ہے۔

عورت کے حقوق اور ذمہ داریاں

اسلامی تعلیمات میں عورت کے حقوق اور ذمہ داریاں نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔ قرآن مجید، احادیث، اور فقہِ امامیہ میں عورت کے حقوق و فرائض کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اور ان کی روشنی میں عورت کو مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مکمل حقوق اور ذمہ داریوں کا حامل قرار دیا گیا ہے۔

اسلام میں عورت کو وراثت کا حق دیا گیا ہے، جو کہ قبل از اسلام کے معاشروں میں موجود نہیں تھا۔ قرآن مجید میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو وراثت میں حصہ دیا جائے گا۔ سورۃ النساء میں ارشاد ہوتا ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ ۚ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ﴿٧﴾

" اور جو مال ماں باپ اور قریبی رشتے دار چھوڑ جائیں اس میں مردوں کا ایک حصہ ہے اور (ایسا ہی) جو مال ماں باپ اور قریبی رشتے دار چھوڑ جائیں اس میں تھوڑا ہو یا بہت عورتوں کا بھی ایک حصہ ہے، یہ حصہ ایک طے شدہ امر ہے۔" (النساء: ۷)۔

تفسیر المیزان میں علامہ طباطبائی نے اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا کہ اسلام نے وراثت کے معاملے میں عورت کو ایک واضح اور قانونی حق دیا ہے، جس سے اس کی مالی آزادی اور خود مختاری کو یقینی بنایا گیا ہے (تفسیر المیزان، جلد ۴، صفحہ ۱۸۳)۔

تعلیم کے حوالے سے اسلام نے مرد اور عورت دونوں پر علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "علم وہ چراغ ہے جو عورت اور مرد دونوں کے لیے راہِ ہدایت ہے" (بحار الانوار، جلد ۱، صفحہ ۱۷۷)۔

وَ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغۡنَ اَجَلَہُنَّ فَلَا تَعۡضُلُوۡہُنَّ اَنۡ یَّنۡکِحۡنَ اَزۡوَاجَہُنَّ اِذَا تَرَاضَوۡا بَیۡنَہُمۡ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ ذٰلِکَ یُوۡعَظُ بِہٖ مَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ یُؤۡمِنُ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ ذٰلِکُمۡ اَزۡکٰی لَکُمۡ وَ اَطۡہَرُ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۳۲﴾

اسلام میں نکاح کے معاملے میں عورت کو اپنی مرضی اور انتخاب کا حق دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: " اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے چکو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں اپنے (مجوزہ) شوہروں سے نکاح کرنے سے نہ روکو جب کہ وہ جائز طور پر ازدواج پر باہم راضی ہوں، یہ نصیحت اس شخص کے لیے ہے جو تم میں سے خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے، تمہارے لیے نہایت شائستہ اور پاکیزہ طریقہ یہی ہے اور (ان باتوں کو) اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔" (البقرہ: ۲۳۲)۔

شیخ طوسی نے لکھا ہے کہ نکاح میں عورت کی رضامندی ضروری ہے اور اس کی مرضی کے بغیر نکاح جائز نہیں (کتاب الخلاف، شیخ طوسی، جلد ۳، صفحہ ۹۵)۔

مہر کے معاملے میں اسلام نے عورت کو ایک واضح حق دیا ہے، جو اس کی مالی خود مختاری کو مزید مضبوط کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: "اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو" (النساء: ۴)۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ مہر عورت کا وہ حق ہے جو شوہر پر واجب ہے اور یہ اس کے احترام اور محبت کی علامت ہے (الکافی، جلد ۵، صفحہ ۳۸۳)۔

عورت کے لیے ایک اور اہم حق اس کی کفالت کا ہے۔ اسلام نے عورت کی مالی ذمہ داری اس کے شوہر یا سرپرست پر رکھی ہے تاکہ وہ خود معاشی ذمہ داریوں سے آزاد ہو کر اپنی زندگی کے دوسرے پہلوؤں پر توجہ دے سکے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: "مرد عورتوں پر قوام ہیں" (النساء: ۳۴)۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مرد پر فرض ہے کہ وہ اپنی بیوی اور بچوں کی کفالت کرے اور ان کے نان و نفقہ کا خیال رکھے (من لایحضرہ الفقیہ، جلد ۳، صفحہ ۲۳۵)۔

اسلام میں عورت کی اہم ذمہ داریوں میں سے ایک ازدواجی زندگی میں حسن سلوک ہے۔ قرآن مجید میں مرد اور عورت دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا گیا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَ لَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۹﴾

"اے ایمان والو! تمہارے لیے جائز نہیں کہ تم اپنی عورتوں کے جبراً وارث بنو اور اس نیت سے انہیں قید نہ رکھو کہ تم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے کچھ حصہ واپس لے لو مگر یہ کہ وہ مبینہ بدکاری کی مرتکب ہوں اور ان کے ساتھ اچھے انداز میں زندگی بسر کرو، اگر وہ تمہیں ناپسند ہے تو ہو سکتا ہے کہ ایک چیز تمہیں تو ناپسند ہو مگر اللہ اس میں بہت سی خوبیاں پیدا کر دے۔" (النساء: ۱۹)۔

تفسیر مجمع البیان میں امام علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ ازدواجی زندگی میں عورت کو اپنے شوہر کی ضروریات کا خیال رکھنا چاہیے اور مرد کو اس کے حقوق ادا کرنے چاہئیں (تفسیر مجمع البیان، جلد ۳، صفحہ ۱۲۷)۔

اسلام میں عورت کی ایک اور اہم ذمہ داری اولاد کی تربیت ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہے۔

حضرت امام علی علیہ السلام نے ماں کی تربیت کے کردار کو بہت اہمیت دی ہے اور اسے معاشرتی اصلاح کی بنیاد قرار دیا ہے (نہج البلاغہ، حکمت ۲۰۳، صفحہ ۵۹۵)۔

عورت کی ذمہ داریوں میں ایک اہم پہلو گھر کی دیکھ بھال اور خاندان کی پرورش ہے، جسے اسلام میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ گھر کی دیکھ بھال اور خاندان کی پرورش عورت کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ہے (الکافی، جلد ۵، صفحہ ۵۲۷)۔

مرد کے حقوق کا خیال رکھنا بھی عورت کی اہم ذمہ داریوں میں شامل ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کی سب سے بڑی عبادت یہ ہے کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق کو سمجھے اور انہیں ادا کرے (وسائل الشیعہ، جلد ۲۰، صفحہ ۱۲۸)۔

عورت کے لیے ایک اور اہم ذمہ داری اس کی عصمت اور پردے کی حفاظت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: "اور مومنہ عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں" (النور: ۳۱)۔ بحار الانوار میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ عورت کی عصمت اس کا سب سے بڑا زیور ہے، جسے اسے ہر حال میں محفوظ رکھنا چاہیے (بحار الانوار، جلد ۱۰۰، صفحہ ۲۴۹)۔

اسلام نے عورت کو بے شمار حقوق عطا کیے ہیں جن میں مالی، معاشرتی، اور ازدواجی حقوق شامل ہیں۔ اسی طرح، عورت پر چند اہم ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں جو اس کے فطری کردار سے ہم آہنگ ہیں۔ قرآن و حدیث اور فقہ امامیہ میں ان حقوق اور ذمہ داریوں کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے، جس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلام میں عورت کو ایک اہم مقام حاصل ہے اور اس کے حقوق و فرائض کو مکمل توازن کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

۳ . عورت کا ازدواجی اور معاشرتی مقام

اسلامی تعلیمات میں عورت کا ازدواجی اور معاشرتی مقام نہایت اعلیٰ اور محترم ہے۔ قرآن مجید، احادیث اور فقہ میں عورت کے حقوق اور ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ اس کے ازدواجی اور معاشرتی مقام کو واضح کیا گیا ہے۔ اسلام نے عورت کو نہ صرف ازدواجی زندگی میں برابر کا شریک بنایا ہے بلکہ اسے معاشرتی زندگی میں بھی ایک باعزت اور باوقار مقام عطا کیا ہے۔

ازدواجی مقام

اسلام میں ازدواجی رشتہ ایک مقدس اور محترم معاہدہ ہے، جس میں مرد اور عورت دونوں کو حقوق اور فرائض دیے گئے ہیں۔ قرآن مجید نے ازدواجی رشتے کو محبت اور رحمت کی بنیاد پر قائم کرنے کی تاکید کی ہے:

وَ مِنۡ اٰیٰتِہٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَکُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ اَزۡوَاجًا لِّتَسۡکُنُوۡۤا اِلَیۡہَا وَ جَعَلَ بَیۡنَکُمۡ مَّوَدَّۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۲۱﴾

" اور یہ اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے ازواج پیدا کیے تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور اس نے تمہارے مابین محبت اور مہربانی پیدا کی، غور و فکر کرنے والوں کے لیے یقیناً ان میں نشانیاں ہیں۔" (الروم: ۲۱)۔

یہ آیت اس بات کی گواہ ہے کہ شادی کا بنیادی مقصد مرد اور عورت کے درمیان محبت، رحمت اور سکون پیدا کرنا ہے۔ ازدواجی رشتے میں عورت کا مقام صرف ایک تابع یا زیر دست کا نہیں، بلکہ وہ شوہر کی رفیق اور ہمراز ہے۔ دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے کی تاکید کی گئی ہے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر سلوک کرے، اور میں تم میں سے اپنی بیوی کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرنے والا ہوں" (ترمذی، کتاب النکاح)۔

یہ حدیث عورت کے ازدواجی مقام کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے، جہاں شوہر کو بہترین اخلاق کا مظاہرہ کرنے اور بیوی کے ساتھ محبت اور حسن سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

اسلام نے عورت کو مہر کا حق دیا ہے، جو اس کی عزت اور احترام کی علامت ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِہِنَّ نِحۡلَۃً ؕ ﴿۴﴾

" اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیا کرو۔" (النساء : ۴)۔

مہر عورت کا حق ہے اور اس کی مالکی حیثیت کی علامت ہے۔ اسلامی شریعت میں عورت کی رضامندی کے بغیر نکاح جائز نہیں، اور مہر عورت کے حقوق میں سے ایک اہم حق ہے جو شوہر پر لازم ہے۔

اسلام میں ازدواجی تعلقات میں عورت کو ایک خود مختار اور محترم مقام دیا گیا ہے۔ "فقہ الرضا" میں امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے کہ "عورت کو اپنے شوہر کے ساتھ ازدواجی معاملات میں حسن سلوک کا مظاہرہ کرنا چاہیے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کے حقوق کی حفاظت کرے اور اس کے ساتھ شفقت سے پیش آئے" (فقہ الرضا، صفحہ ۳۲۷)۔

معاشرتی مقام

اسلامی معاشرت میں عورت کو ایک باوقار مقام دیا گیا ہے، جو اس کی روحانی، سماجی اور معاشرتی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآن مجید نے عورتوں کو مردوں کے برابر قرار دیا ہے اور انہیں ایک دوسرے کا مددگار اور ساتھی بنایا ہے:

وَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَ الۡمُؤۡمِنٰتُ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ۘ یَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ یَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَ یُطِیۡعُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ ؕ اُولٰٓئِکَ سَیَرۡحَمُہُمُ اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ حَکِیۡمٌ ﴿۷۱﴾

"اور مومن مرد اور مومنہ عورتیں ایک دوسرے کے بھی خواہ ہیں، وہ نیک کاموں کی ترغیب دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحم فرمائے گا، بے شک اللہ بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔" (التوبہ:۷۱)۔

اس آیت میں عورت اور مرد کو معاشرتی زندگی میں برابر کا درجہ دیا گیا ہے اور دونوں کو ایک دوسرے کا ساتھ دینے والا قرار دیا گیا ہے۔ اسلام میں عورت کو معاشرتی ترقی میں حصہ لینے اور اہم کردار ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ حضرت خدیجہ (سلام اللہ علیہا) کی مثال اسلامی تاریخ میں نمایاں ہے، جنہوں نے نہ صرف تجارت میں کامیابی حاصل کی بلکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی اور دین کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

حضرت فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیہا) کی زندگی اسلامی معاشرت میں عورت کے بلند مقام کی مثال ہے۔ نہج البلاغہ میں امام علی علیہ السلام نے فرمایا کہ فاطمہ زہراء (س) نے معاشرتی اور روحانی ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے نبھایا اور اپنی عصمت و پاکیزگی کو ہر حال میں محفوظ رکھا (نہج البلاغہ، خطبہ ۲۳۵)۔

اسلامی معاشرت میں عورت کو تعلیم حاصل کرنے کا حق دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے" (ابن ماجہ، کتاب العلم)۔

یہ تعلیم کا حق عورت کو معاشرتی ترقی میں حصہ لینے اور ایک باشعور اور فعال فرد بننے کی اجازت دیتا ہے۔ بحار الانوار میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ "علم اور حکمت عورت کی زینت ہیں اور وہ معاشرے کی اصلاح کا ذریعہ بنتی ہیں" (بحار الانوار، جلد ۱، صفحہ ۱۷۷)۔

اسلام نے عورت کو معاشرتی معاملات میں مکمل حصہ لینے کی اجازت دی ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس کی عصمت اور عفت کی حفاظت کو بھی لازمی قرار دیا ہے۔ قرآن مجید میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی حیاء کو برقرار رکھیں:

وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِہِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَہُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَہُنَّ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِہِنَّ عَلٰی جُیُوْبِہِنَّ ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَہُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِہِنَّ اَوْ اٰبَآئِہِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِہِنَّ اَوْ اَبْنَآئِہِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِہِنَّ اَوْ اِخْوَانِہِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِہِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِہِنَّ اَوْ نِسَآئِہِنَّ اَوْ مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُہُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَۃِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْہَرُوْا عَلٰی عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِہِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِہِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَی اللّٰہِ جَمِیْعًا اَیُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۱﴾

" اور مومنہ عورتوں سے بھی کہہ دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کو بچائے رکھیں اور اپنی زیبائش (کی جگہوں) کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو اس میں سے خود ظاہر ہو اور اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی زیبائش کو ظاہر نہ ہونے دیں سوائے اپنے شوہروں، آبا، شوہر کے آبا، اپنے بیٹوں، شوہروں کے بیٹوں، اپنے بھائیوں، بھائیوں کے بیٹوں، بہنوں کے بیٹوں، اپنی (ہم صنف) عورتوں، اپنی کنیزوں، ایسے خادموں جو عورت کی خواہش نہ رکھتے ہوں اور ان بچوں کے جو عورتوں کے پردوں کی باتوں سے واقف نہ ہوں، اور مومن عورتوں کو چاہیے کہ (چلتے ہوئے) اپنے پاؤں زور سے نہ رکھیں کہ جس سے ان کی پوشیدہ زینت ظاہر ہو جائے اور اے مومنو! سب مل کر اللہ کے حضور توبہ کرو، امید ہے کہ تم فلاح پاؤ گے۔" (النور:۳۱)۔

عورت کے لیے پردہ اور حیاء اس کی معاشرتی عظمت اور عزت کی علامت ہیں۔ یہ حکم عورت کی عزت اور وقار کو معاشرے میں محفوظ رکھنے کے لیے ہے۔

اسلام میں عورت کا ازدواجی اور معاشرتی مقام نہایت اہم اور بلند ہے۔ ازدواجی زندگی میں وہ مرد کے برابر کی شریک ہے اور اسے محبت، عزت اور حقوق دیے گئے ہیں۔ معاشرتی سطح پر اسلام نے عورت کو تعلیم، وراثت، تجارت اور دیگر معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کی اجازت دی ہے، ساتھ ہی اس کی عصمت اور عفت کی حفاظت کو بھی اہمیت دی گئی ہے۔ اسلام نے عورت کو وہ حقوق عطا کیے ہیں جو اس سے پہلے کے معاشروں میں اسے نہیں ملے تھے، اور اسے ایک باعزت اور باوقار مقام عطا کیا ہے۔

۴ .قرآن میں مثالی خواتین کی مثالیں

قرآن مجید میں کئی مثالی خواتین کا ذکر ملتا ہے جنہیں ان کے ایمان، صبر، تقویٰ اور قربانیوں کے باعث نمایاں مقام عطا کیا گیا ہے۔ یہ خواتین ہمارے لیے اخلاقی اور روحانی راہنمائی فراہم کرتی ہیں اور ان کی زندگیاں ہمارے لیے نمونہ ہیں۔ قرآن مجید میں ان خواتین کی مثالیں ان کے ایمان، ثابت قدمی اور اللہ پر بھروسے کی علامت ہیں۔

حضرت مریم (علیہا السلام)

حضرت مریم (ع) کا ذکر قرآن مجید میں بہت مرتبہ آیا ہے اور انہیں ایک پاکیزہ اور برگزیدہ خاتون قرار دیا گیا ہے۔ سورہ آلِ عمران میں ارشاد ہوتا ہے:

وَ اِذۡ قَالَتِ الۡمَلٰٓئِکَۃُ یٰمَرۡیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰکِ وَ طَہَّرَکِ وَ اصۡطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۴۲﴾

" اور (وہ وقت یاد کرو) جب فرشتوں نے کہا: اے مریم! بیشک اللہ نے تمہیں برگزیدہ کیا ہے اور تمہیں پاکیزہ بنایا ہے اور تمہیں دنیا کی تمام عورتوں پر برگزیدہ کیا ہے۔" (آل عمران: ۴۲)۔

حضرت مریم (ع) کو ان کی پاکدامنی اور اللہ کے ساتھ ان کے گہرے تعلق کی بنا پر ایک مثالی خاتون کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ان کے معجزاتی حمل اور حضرت عیسیٰ (ع) کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے، جو ان کے ایمان اور اللہ کے حکم پر مکمل بھروسے کی گواہی دیتا ہے (مریم: ۱۶-۲۱)۔

حضرت آسیہ (زوجہ فرعون)

حضرت آسیہ کو قرآن مجید میں ایک مثال کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو ایمان اور صبر کا نمونہ ہیں۔ وہ فرعون جیسے ظالم بادشاہ کی بیوی تھیں، لیکن انہوں نے اس ظلم کے باوجود اللہ پر ایمان کو اختیار کیا۔ قرآن مجید میں ان کی دعا بیان کی گئی ہے:

وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيۡنَ اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ ۘ اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ابۡنِ لِىۡ عِنۡدَكَ بَيۡتًا فِى الۡجَـنَّةِ وَ نَجِّنِىۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِىۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۱﴾

" اور اللہ نے مومنین کے لیے فرعون کی بیوی کی مثال پیش کی ہے، اس نے دعا کی: اے میرے رب! جنت میں میرے لیے اپنے پاس ایک گھر بنا اور مجھے فرعون اور اس کی حرکت سے بچا اور مجھے ظالموں سے نجات عطا فرما۔" (التحریم: ۱۱)۔

حضرت آسیہ نے سخت ترین حالات میں بھی اپنے ایمان کو نہیں چھوڑا اور اللہ سے اپنی نجات کی دعا کی، جس سے ان کا صبر اور اللہ پر بھروسہ واضح ہوتا ہے۔

حضرت خدیجہ (سلام اللہ علیہا)

حضرت خدیجہ (س) کا ذکر قرآن مجید میں نام کے ساتھ نہیں آیا، لیکن اسلامی تاریخ میں ان کا کردار بہت اہم ہے اور انہیں مثالی خاتون کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت خدیجہ (س) رسول اللہ ﷺ کی پہلی زوجہ تھیں اور انھوں نے اپنے مال و دولت اور زندگی کا بڑا حصہ اسلام کی خدمت میں صرف کیا۔ ان کی قربانیوں اور وفاداری کو اسلامی تاریخ میں بلند مقام دیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ (س) کے بارے میں فرمایا:

"خدیجہ جیسی عورتیں دنیا میں نہیں ہوتیں۔ وہ ایک بہترین بیوی، وفادار دوست اور میری سب سے بڑی حامی تھیں" (بحار الانوار، جلد ۱۶، صفحہ ۸)۔

حضرت فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیہا)

حضرت فاطمہ زہراء (س) کو قرآن مجید میں براہ راست نام کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا، لیکن متعدد آیات میں ان کی عظمت کا اشارہ ملتا ہے، جیسے کہ آیہ تطہیر (الاحزاب: ۳۳) جس میں اہل بیت (ع) کی پاکیزگی کا ذکر ہے۔ حضرت فاطمہ (س) رسول اللہ ﷺ کی بیٹی تھیں اور انہیں جنت کی خواتین کی سردار کہا گیا ہے۔

حضرت فاطمہ (س) کی زندگی صبر، تقویٰ اور ایثار کا مثالی نمونہ ہے۔ ان کی روحانی عظمت اور گھر کی دیکھ بھال کو اسلامی معاشرت میں اہم مقام دیا گیا ہے۔

حضرت ہاجرہ (علیہا السلام)

حضرت ہاجرہ کا ذکر قرآن مجید میں براہ راست نہیں آیا، لیکن ان کی قربانی اور ایمان کو اسلامی تعلیمات میں بہت اہمیت دی گئی ہے۔ حضرت ہاجرہ نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل (ع) کے ساتھ مکہ کی بیابان وادی میں اللہ کے حکم پر قیام کیا، جہاں انہوں نے اللہ کی رحمت کا انتظار کیا۔ ان کی قربانی اور صبر کی یاد حج کے مناسک میں صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی شکل میں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دی گئی۔

حضرت سارہ (علیہا السلام)

حضرت سارہ حضرت ابراہیم (ع) کی زوجہ تھیں اور قرآن مجید میں ان کا ذکر حضرت اسحاق (ع) کی ولادت کے حوالے سے آیا ہے۔ جب انہیں اللہ کی جانب سے حضرت اسحاق (ع) کی خوشخبری ملی تو انہوں نے حیرانی کا اظہار کیا، لیکن ان کے ایمان اور اللہ کی قدرت پر یقین نے انہیں اللہ کے فضل کا مستحق بنایا:

وَ امۡرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتۡ فَبَشَّرۡنٰهَا بِاِسۡحٰقَ ۙ وَ مِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ يَعۡقُوۡبَ ﴿۷۱﴾

" اور ابراہیم کی زوجہ کھڑی تھیں پس وہ ہنس پڑیں تو ہم نے انہیں اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔" (ہود: ۷۱)۔

حضرت سارہ کی مثال سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت ہر حال میں مومنین پر ہوتی ہے، چاہے حالات کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں۔

قرآن مجید میں مذکور یہ خواتین اپنی ایمانی قوت، صبر اور اللہ کے ساتھ تعلق کی بنیاد پر مثالی نمونہ ہیں۔ حضرت مریم (ع) کی پاکیزگی، حضرت آسیہ کی قربانی، حضرت خدیجہ (س) کی وفاداری، حضرت فاطمہ (س) کی روحانی عظمت، حضرت ہاجرہ کا صبر اور حضرت سارہ کا یقین ان تمام خواتین کو اسلامی تاریخ میں ایک بلند مقام

عطا کرتا ہے۔ یہ خواتین ہر دور کے لیے راہنما اور مثالی نمونہ ہیں، جو ہمیں اللہ پر بھروسہ، تقویٰ، اور قربانی کے راستے پر چلنے کی ترغیب دیتی ہیں۔

قرآن میں کئی عظیم خواتین کے قصے بیان کیے گئے ہیں جو عورت کے اعلیٰ مقام کی عکاسی کرتے ہیں۔ ان میں حضرت مریم (ع)، حضرت آسیہ (ع) اور حضرت خدیجہ (ع) کے کردار قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے ایمان، قربانی اور خدا کے ساتھ تعلق کی مثالیں عورت کے اعلیٰ اخلاقی مقام کو ظاہر کرتی ہیں۔

۵ . عورت کی عزت اور حرمت

اسلام میں عورت کی عزت اور حرمت کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں عورت کے احترام، اس کی عزت کی حفاظت اور اس کے حقوق کے حوالے سے واضح تعلیمات موجود ہیں۔ عورت کی عزت کو معاشرتی اور اخلاقی اصولوں کا بنیادی حصہ بنایا گیا ہے، تاکہ اسے تحفظ اور وقار حاصل ہو۔

قرآن مجید میں عورت کی عزت

قرآن مجید میں کئی آیات عورت کی عزت اور حرمت کو بیان کرتی ہیں۔ سب سے پہلے، اسلام نے عورت اور مرد دونوں کو ایک دوسرے کا برابر کا ساتھی اور انسانیت کا بنیادی حصہ قرار دیا ہے:

"اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مرد و عورت (روئے زمین پر) پھیلا دیے اور اس اللہ کا خوف کرو جس کا نام لے کر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور قرابتداروں کے بارے میں بھی (پرہیز کرو)، بے شک تم پر اللہ نگران ہے۔" (النساء: ۱)۔

یہ آیت اس بات کو ظاہر کرتی ہے کہ عورت اور مرد دونوں کی تخلیق ایک ہی اصل سے ہوئی ہے، اور دونوں برابر کے انسان ہیں۔ اس سے عورت کی عزت اور اس کی تخلیق کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔

عورت کی عزت اور حرمت کی حفاظت کے لیے قرآن مجید میں پردے کی تعلیم بھی دی گئی ہے:

"اور مومنہ عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں" (النور: ۳۱)۔

یہ آیت اس بات کی تاکید کرتی ہے کہ عورت کو اپنی عزت کی حفاظت کرنی چاہیے اور اس کی عزت کو معاشرتی سطح پر بھی محفوظ رکھنا چاہیے۔

احادیث میں عورت کی عزت

رسول اللہ ﷺ نے اپنی تعلیمات میں عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق کی حفاظت پر زور دیا۔ ایک مشہور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

"تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر سلوک کرے" (ترمذی)۔

یہ حدیث عورت کے ازدواجی زندگی میں عزت کے حوالے سے ہے، جس میں شوہر کو اپنی بیوی کے ساتھ محبت اور احترام کا سلوک کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

حضرت علی (علیہ السلام) نے فرمایا:

"عورتوں کی عزت کرو، کیونکہ وہ عزت کے لائق ہیں اور انہیں محبت اور نرمی کے ساتھ برتا جانا چاہیے" (نہج البلاغہ، حکمت ۲۳۴)۔

یہ قول عورت کی حرمت اور عزت کو ایک عظیم اخلاقی قدر کے طور پر پیش کرتا ہے، جو معاشرتی اور گھریلو زندگی میں اس کے حقوق کے تحفظ کو یقینی بناتا ہے۔

عورت کے حقوق اور حرمت

اسلام نے عورت کو وراثت، تعلیم، شادی، اور دیگر معاشرتی معاملات میں حقوق دیے ہیں، جو اس کی عزت و حرمت کی ضمانت ہیں۔ عورت کو نہ صرف مالی حقوق دیے گئے ہیں، جیسے مہر اور وراثت، بلکہ اسے تعلیم حاصل کرنے اور معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا بھی پورا حق دیا گیا ہے۔ حضرت فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیہا) اور حضرت خدیجہ (سلام اللہ علیہا) جیسے عظیم خواتین کی زندگیوں سے یہ مثالیں ملتی ہیں کہ کس طرح اسلام نے عورت کو معاشرتی اور گھریلو سطح پر عزت اور حرمت عطا کی ہے۔

معاشرتی حرمت

اسلامی معاشرت میں عورت کی عزت کو بہت اہمیت دی گئی ہے، اور اس کی حرمت کی خلاف ورزی کو ایک سنگین جرم قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں عورتوں کے خلاف کسی بھی قسم کی زیادتی یا بدسلوکی کی شدید مذمت کی گئی ہے، اور عورت کی عزت کو محفوظ رکھنے کے لیے قوانین وضع کیے گئے ہیں۔

مثلاً، بہتان تراشی اور جھوٹی تہمت لگانے والوں کے لیے قرآن میں سخت سزا کا حکم دیا گیا ہے:

"جو لوگ پاکدامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں، پھر چار گواہ نہیں لاتے، ان کو اسی کوڑے مارو" (النور: ۴)۔

یہ حکم عورت کی عزت کی حفاظت کے لیے ہے، تاکہ معاشرتی سطح پر اس کی شخصیت کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔

اسلام میں عورت کی عزت اور حرمت کو بہت بلند مقام دیا گیا ہے۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ عورت کو مکمل انسانی وقار کے ساتھ دیکھا گیا ہے اور اس کی عزت کی حفاظت کو معاشرتی اور اخلاقی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے۔ عورت کی عزت کا تحفظ نہ صرف انفرادی ذمہ داری ہے، بلکہ پورے معاشرے پر لازم ہے کہ وہ عورتوں کے حقوق کی حفاظت کرے اور ان کی عزت کو ہر حال میں مقدم رکھے۔

نتیجہ

اسلام میں عورت کی عزت، حقوق اور مقام کو بہت اہمیت دی گئی ہے، جیسا کہ قرآن مجید، احادیث اور اسلامی تاریخ سے واضح ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عورت اور مرد دونوں کو برابر کے انسان اور ایک دوسرے کے ساتھی بنایا ہے، اور دونوں کے درمیان توازن اور محبت کی بنیاد پر ایک منظّم معاشرتی اور ازدواجی نظام تشکیل دیا ہے۔

قرآن مجید میں مثالی خواتین، جیسے حضرت مریم، حضرت آسیہ، حضرت خدیجہ، اور حضرت فاطمہ زہراء (سلام اللہ علیہن)، کی مثالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عورتوں کو اسلام میں نہ صرف روحانی عظمت عطا کی گئی ہے بلکہ ان کی کردار کی مضبوطی اور ایمان کی پختگی کی وجہ سے انہیں نمونہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ ان عظیم خواتین کی زندگیاں ایمان، صبر، تقویٰ اور اللہ پر مکمل بھروسے کی علامت ہیں۔

ازدواجی اور معاشرتی زندگی میں عورت کو برابر کا درجہ اور حقوق دیے گئے ہیں، جیسے مہر، وراثت، تعلیم اور اپنے فیصلوں میں آزادی۔ شوہر اور بیوی کے درمیان محبت، احترام اور انصاف پر مبنی تعلقات کو اسلام نے ضروری قرار دیا ہے، تاکہ دونوں فریق ایک پر سکون اور خوشگوار زندگی گزار سکیں۔

عورت کی عزت و حرمت کی حفاظت کے لیے اسلامی معاشرت میں سخت اصول وضع کیے گئے ہیں۔ اسے معاشرتی بدسلوکی، جھوٹی تہمت اور ظلم سے بچانے کے لیے قوانین موجود ہیں، اور عورت کی حرمت کو پامال کرنے والوں کے لیے سخت سزائیں مقرر کی گئی ہیں۔

نتیجتاً، اسلام نے عورت کو وہ مقام دیا ہے جو اس کی عزت، وقار اور حقوق کی مکمل حفاظت کرتا ہے۔ اسلام عورت کو نہ صرف ایک فرد کے طور پر بلکہ خاندان، معاشرہ اور قوم کے مستقبل کی تعمیر میں ایک اہم کردار ادا کرنے والی ہستی کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں عورت کا مقام ان تمام معاشروں سے بلند ہے جو اسے حقیر سمجھتے ہیں یا اس کے حقوق کو محدود کرتے ہیں۔ اسلام نے عورت کو عزت، حقوق اور

ذمے داریوں کے ساتھ ایک مکمل انسان اور معاشرتی ستون کی حیثیت دی ہے، جس کی بدولت وہ خاندان اور معاشرت میں ایک اہم اور باعزت کردار ادا کر سکتی ہے۔

منابع

۱. قرآن مجید

۲. مجلسی، علامہ محمد باقر، بحار الانوار، ۱۹۸۳، دار الکتب الاسلامیۃ

۳. امام رضا علیہ السلام، فقہ الرضا، ۱۹۹۵، انتشارات اسلامی

۴. ابن ماجہ، کتاب العلم، ۱۹۸۸، انتشارات اسلامی

۵. سید رضی، نہج البلاغہ، ۱۹۹۱، انتشارات نُبہت

۶. طباطبائی، .علامہ سید محمد حسین، تفسیر المیزان، ۱۹۸۹، انتشارات اسلامی

۷. شیخ صدوق، ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی، التوحید، ۱۹۹۲، انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی

۸. شیخ طوسی، کتاب الخلاف، ۱۹۹۴، انتشارات علمی

۹. شیخ کلینی، الکافی، ۲۰۰۱، انتشارات اسلامی

۱۰. شیخ صدوق، ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن موسیٰ بن بابویہ قمی، من لا یحضرہ الفقیہ، ۱۹۹۴، انتشارات اسلامی

۱۱. طبرسی، .ابو علی فضل بن حسن، تفسیر مجمع البیان، ۲۰۰۰، انتشارات اسلامی

۱۲. شیخ حر عاملی، وسائل الشیعہ، ۱۹۹۲، انتشارات اسلامی